K. P. SABHA AMBPHALLA LIBRARY NO ... JAMMU

نانک دکھیا سب سنسار

از قلم شری رگھو[illegible] سہائے جی

رات کا وقت ہے۔ بارہ ۱۲ بجے ہوں گے۔ بابو صاحب چارپائی پر لیٹے ہوئے کروٹیں بدل رہے ہیں۔ چہرہ اُداس ہے۔ آج کھانا بھی نہیں کھایا، طبیعت بہت بے چین ہے۔ دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں۔ "دو تین چار سال میں کتنا غضب ہو گیا۔ سات آٹھ موتیں پے در پے ہوئیں، پرماتما نے کیا کیا۔ وہ تو بڑے دیالو ہیں، کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ مجھے تو ہرگز یہ خیال بھی نہ تھا، اس عمر میں ایسے ایسے صدمے دیکھنے پڑیں گے۔ دیالو ہو کر اس قدر سختی کی۔ کیا بات ہے؟" سوچتے سوچتے ان کی آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔ ایک سفید ریش بزرگ ہاتھ میں لمبا ڈنڈا لیے سامنے کھڑے ہیں۔ بابو صاحب تعظیم کے لیے اُٹھتے ہیں، اُن کو پرنام کرتے ہیں، اور پوچھتے ہیں۔ "مہاراج کہاں سے اور کس طرح آنا ہُوا؟"

بزرگ:۔ شاید تم نے مجھے نہیں پہچانا۔ کچھ دیر کے بعد دنیا کے لوگ پرلوک گت آتماؤں کو بھول جاتے ہیں۔ خیر میں تو تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں، بہت روز سے دیکھتا تھا کہ تمہارے وشواس میں کچھ کمی ہو رہی ہے۔ اس لیے تم سے بات چیت کرنے آیا ہوں۔ میں تمہارا بہت پرانا متر ہوں۔ مجھے تمہارے ساتھ پوری ہمدردی ہے۔ پرلوک میں تمہارے پتا جی اور دوسرے جو سمبندھی ہیں۔ انہیں بھی تمہارے دکھوں کو دیکھ کر بہت کلیش ہُوا ہے، مگر دیکھو تم نے دھرم کا سہارا لیا ہے۔ پچاس برس سے تم تھوڑا بہت دھرم سادھن کر رہے ہو۔ دنیا کے دکھ کس پر نہیں آتے؟ تمہیں اس طرح غم نہیں کرنا چاہیے۔

بابو صاحب:۔ آہا! آپ تو میرے بزرگ بھائی پرکاش دیو جی ہیں۔ معاف کریں جلدی سے آپ کو نہیں پہچانا۔ آپ نے بہت کرپا کی جو درشن دیے۔ میں نے اپنے دکھوں کو بہت حوصلہ سے برداشت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر کبھی کبھی وقت دل دکھی ہو جاتا ہے۔ دیکھیے چار سال ہوئے میرے بھائی کا اکلوتا بیٹا اکتیس ۳۱ برس کی عمر میں گذر گیا۔ میرا بھائی اس غم میں گھل گھل کر پچھلے سال گذر گیا۔ اس سے ایک سال پہلے میری بڑی بہن ایک دو روز بیمار رہ کر چل بسی۔ تین سال ہوئے میرا بڑا لڑکا پچاس ۵۰ برس کی عمر میں ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ آخر چھاتی پر پتھر رکھ کر صبر کیا گیا۔ اس سال کی سنیے۔ میری پوتی بہت دور سے ہمیں ملنے آ رہی تھی کہ اچانک اس کو بخار ہو گیا، اور دو چار گھنٹوں میں اس نے پران دے دیے، اس کے ایک ماہ بعد میرا اٹھائیس ۲۸ سال کا پوتا جو بہت پڑھا لکھا ہوشیار تھا گذر گیا۔

اب آپ ہی فرمائیے۔ چھوٹی سی جان اور اس پر اتنے صدمے"۔

پرکاش دیو:۔ "مجھے تمہارے ساتھ پوری پوری ہمدردی ہے۔ تم کتنی بار خود ہی کہا کرتے ہو۔ "نانک دکھیا سب سنسار"۔ تو آج میں تمہیں اس سچائی کا ثبوت دیتا ہوں۔ ذرا میرے ساتھ چلو۔ ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم ہی غمزدہ نہیں ہو، بلکہ غمزدوں کی بہت زبردست برادری ہے۔ اس میں امیر غریب ہندو مسلمان، سکھ پارسی، عیسائی موسائی سب شامل ہیں"۔

دونوں اکٹھے لوہاری دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ پرکاش دیو جی اپنے متر کو پہلے لالہ بھگوانداس کے گھر لے جاتے ہیں، جہاں جاتے ہیں، دکھ کی کہانیاں سنتے ہیں۔ جن کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

بھگوانداس :۔ "مہاراج کچھ نہ پوچھیے۔ ابھی پچھلے بیساکھ میں نے اپنی کنیا کی شادی کی تھی۔ لڑکا بڑا تندرست اور ہونہار تھا۔ مگر کیا کرتی لڑکی کی قسمت میں سکھ نہیں لکھا تھا۔ ابھی ہفتہ بھر بھی نہیں ہوا۔ ریل کے نیچے آکر مر گیا۔ آہ! آہ!!"

راجی داس :۔ "مہاراج! کیا بتاؤں، میں نے اس خیال سے کہ اب لڑائی میں روٹی اور گیہوں کی ضرورت ہوگی، اور میں بہت مالدار ہو جاؤں گا۔ گھر کے تمام زیور بیچ کر اور مکان اور زمین گروی رکھ کر پچاس ہزار روپیہ کا مال خرید کر بھرا تھا۔ چند روز ہوئے میرے نوکر کی غلطی سے گودام میں آگ لگ گئی سب مال جل کر راکھ ہو گیا۔ میری بیوی اس غم میں گھل گھل کر مر گئی۔ مکان بھی نیلام ہو گئے۔ اب میں سخت مصیبت میں مبتلا ہوں"۔

غلام محمد:۔ "میرا کیا حال پوچھتے ہو۔ بہت سی منتیں مان مان کر کہیں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا لیکن کھیلتے کھیلتے اس کی آنکھ پر گیند لگا۔ ایک آنکھ جاتی رہی۔ پچھلے سال چھت پر سے گر کر ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اب دو مہینہ سے بخار آتا ہے۔ حیران ہوں اس لاکھوں روپیہ کی جائیداد کو کون سنبھالے گا"۔

مسز ڈیوڈ:۔ "اچھا آپ اس وقت کس طرح آئے، میرے دکھ کا حال نہ پوچھیے۔ میرا خاوند ضلع کے دفتر میں ملازم تھا۔ بچارے کو شراب کی عادت پڑ گئی۔ گھر بار سب بک گیا، نوکری چھوٹ گئی۔ پیسے پیسے سے تنگ آ گئے۔ پرسوں رات شراب کے نشے میں ٹھوکر جو لگی، دھڑام سے بدرو میں جا پڑا۔ وہیں دم نکل گیا۔ نہ جانے خدا نے مجھ پر مصیبت کیوں ڈالی؟"

رستم جی:۔ "بھائی صاحب! آپ کو کیا بتاؤں۔ مصیبت کے مارے آپ کے شہر میں آیا ہوں۔ بمبئی میں شراب کا ٹھیکیدار تھا۔ اس کمبخت کانگرس نے شراب کی بندش کر دی، بالکل کنگال ہو گیا۔ جہاں پہلے موٹروں پر فر فر پھرتا تھا۔ نوکر چاکر آگے پیچھے پھرتے تھے۔ خوب موج تھی۔ اب ٹکڑے ٹکڑے کے لئے محتاج ہوں۔ نہ جانے مجھ پر خدا اتنا کیوں ناراض ہے۔ میں تو اب ناستک ہی بن گیا ہوں"۔

رام سنگھ:۔ "مہاراج! کیا پوچھتے ہو، جوان لڑکا جواری بن گیا۔ جب گھر کا سارا زیور جوئے میں

ہار چکا تو لوگوں کے گھروں پر چھاپہ مارنے لگا۔ دو چار سال قید رہا۔ دو تین دن ہوئے افیون کھا کر گذر گیا۔"

دیوان رلا رام :- "بس مہاراج! کچھ نہ پوچھئے۔ دوستوں کے مجبور کرنے پر کونسل کی ممبری کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔ کئی مہینے ہو گئے، در در جھانکتا پھرتا ہوں۔ پرانے پرانے ساتھ کے کھانے پینے والوں نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ مخالف امیدواروں نے بتیس بتیس روپے ووٹ کے دیئے۔ میں نے بھی اپنی زمین گروی رکھ کر سیٹھ مراری مل سے پچاس ہزار روپیہ قرضہ لیا، اور سو سو روپیہ تک ووٹروں کو دیئے مگر ایک پیش نہ گئی۔ پرسوں جب ووٹ گنے گئے، تو پانچ ووٹ کم نکلے۔ اب لوگوں کو کس طرح منہ دکھاؤں۔ میری سخت بے عزتی ہوئی ہے۔ کئی دفعہ تو دل چاہتا ہے کہ کچھ کھا کر مر جاؤں۔ مہاراج سخت دکھی ہوں۔"

دیوی داس :- "آپ مہاراج! میں کیا عرض کروں۔ مجھے چالیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ آٹھ نو بال بچے ہیں۔ میرا مطلق گذارہ نہیں ہوتا۔ ایک لڑکا کالج میں پڑھتا ہے۔ دو لڑکیاں ہندی بھوشن کی تیاریاں کر رہی ہیں، ان کے لئے ماسٹر رکھا ہوا ہے۔ بڑی لڑکی کی شادی نزدیک ہے۔ حیران ہوں کیا کروں۔ نہ جانے مجھے اتنی اولاد کیوں دے دی گئی ہے۔ اب تو میں اور نہیں چاہتا۔ مجھ سا دکھی اور کون ہوگا؟"

ان کے بعد بابو جی اور پرکاش دیو جی لوٹ پڑے۔ راستے میں پرکاش جی نے کہنا شروع کیا۔ "دیکھا بابو جی۔ دنیا میں ہر ایک شخص دکھی معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان میں سے بہت سے دکھ انسان اپنے لئے خود بنا لیتا ہے۔ دکھ کچھ نہ کچھ سبق ضرور سکھاتا ہے۔ اس وقت ہمیں پرماتما یاد آتے ہیں۔ ہمارے اندر صبر اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ اپنے دکھ کو دیکھ کر ہمارے اندر دوسرے دکھی لوگوں کے لئے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اور ہم ان کی مدد کرتے ہیں۔ انسان دکھوں میں سے گذر کر سچ مچ انسان بنتا ہے۔ جیسے سونے کو اگر تپایا نہ جائے تو وہ کندن نہیں بن سکتا۔ دکھ کے وقت ہی انسان اپنی کمزوریوں کو محسوس کرتا ہے۔ اور ان کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر دنیا میں دکھ نہ ہو، تو انسان خود غرض درندہ بن جائے۔ اور رات دن دوسروں کا گلا کاٹتا رہے۔ دھرم کی قدر دکھ میں ہی معلوم ہوتی ہے۔ پیارے بھائی! موت ایسی بھیانک چیز نہیں، جیسی لوگ خیال کرتے ہیں۔ بچپن کے بعد جوانی، جوانی کے بعد بڑھاپا جیسے زندگی کی مختلف منزلیں ہیں۔ ویسے ہی بڑھاپے کے بعد موت بھی ایک قدرتی منزل ہے۔

"ارے بھائی! آتما تو امر ہے۔ جسم ضائع ہو جاتا ہے، مگر آتما ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ اس کی اصلی جگہ پرماتما کے چرنوں میں ہے۔ وہاں وہ دنیا کے جھمیلوں سے آزاد رہ کر آنند سے رہتا ہے۔ پھر غم کھانا، رنج اٹھانا بے فائدہ ہے۔ دنیا سے آخر ہر ایک شخص کو جانا ہے۔ اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ کوئی آگے کوئی پیچھے۔ بے شک جوانی میں کسی کا جانا دکھدائی ہے۔ مگر اس میں بھی انسان کا اپنا قصور ہے۔ کہیں والدین کے جسمانی نقص بچوں کی موت کا باعث ہوتے ہیں۔ کبھی علاج ٹھیک نہیں ہوتا۔ کہیں خوراک کا انتظام نہیں۔ کہیں آب و ہوا موافق نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ اسباب سے جوانوں کی موت ہو جاتی ہے۔

وَرنہ ایشور تو چاہتے ہیں کہ اِنسان عام جسمانی اور اخلاقی اور رُوحانی قانُونوں کا ٹھیک خیال کرتا ہُوا بڑی عُمر پانے پر اِس جہاں سے رُخصت ہو۔ شائد تم مائی گوتمی کی کہانی بھُول گئے ہو۔ جس کا لڑکا مر گیا تھا۔ اور وہ اُسے اپنی چھاتی سے لگائے لگائے پھرتی تھی، اور لوگوں سے کہتی تھی کہ کوئی اِسے زِندہ کر دے۔ کسی نے کہا۔ جا مہاتما بُدھ تیری مُراد پُوری کریں گے۔ وہ وہاں پہنچی۔ مہاتما جی نے کہا اچھا ایک مُٹھی رائی کے دانوں کی لے آ۔ جہاں کوئی مرا نہ ہو۔ پھر مَیں تیرے لڑکے کو زِندہ کر دُوں گا۔ اس نے گھر گھر کی خاک چھانی۔ کسی کا باپ، کسی کی ماں، کسی کا لڑکا۔ کسی کی لڑکی، کسی کا کوئی اور سمبندھی۔ کوئی جو موت نہ ہُوئی ہو۔ مایُوس ہو کر واپس آ گئی۔ مہاتما بُدھ نے کہا تو پھر تو کیوں روتی ہے۔ سنسار میں موت ضرُوری چیز ہے۔ اُس کی اندرونی آنکھیں کھُل گئیں۔ لڑکے کی لاش کو ٹھکانا لگایا۔

"بس چھوڑ اِن باتوں کو اور پرماتما کی مرضی کے ساتھ اپنی مرضی مِلا دے۔ ارے نادان تُو نہیں جانتا جس نے غم کے آنسو نہیں گرائے۔ اُس کا دِل کبھی نرم اور پوتر نہیں ہو سکتا۔ ڈانٹے نامی فلاسفر نے تو یہاں تک کہہ دِیا ہے کہ غم کے ذریعہ سے ہم پرماتما کے ساتھ بیاہے جاتے ہیں، لو بس اب جاتا ہُوں۔ پھر کبھی ملاقات ہوگی۔"

دُنیا میں مُصیبتیں ہمیں طرح طرح کے نئے سبق سکھلاتی ہیں مُصیبت میں پڑ کر ہی اِنسان کے اندر ہمدردی اور محبّت کے اعلےٰ بھاؤ پَیدا ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ اِنسان کے بہت سے دُکھ اس کے اپنے سہیڑے ہُوئے ہوتے ہیں۔ اس کی غلطیاں، بداعتدالیاں اور خود غرضیاں اُسے مختلف قِسم کے دُکھوں میں مُبتلا کر دیتی ہیں۔ پرماتما نے اِنسان کو آزاد مرضی دی ہے۔ اِسی میں اس کی بزرگی اور فضیلت ہے۔ اِس کے سامنے ہمیشہ دو راستے کھُلے رہتے ہیں۔ اُسے اختیار ہے۔ نیکی کی طرف جائے اور اپنے لئے سُکھ اور شانتی کے سامان پَیدا کرے، یا بُرائی کا راستہ اختیار کر کے اپنے آپ کو دُکھوں اور مُصیبتوں میں پھنسائے۔

اِنسان بہت کمزور ہے، اکثر غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔ اور اِن غلطیوں کی وجہ سے نہ صرف خود بلکہ اپنے عزیز و اقربا کو بھی مُصیبت میں ڈالتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو گیانی ہیں۔ اِن غلطیوں سے فائدہ اُٹھا کر اپنے آپ کو بہتر بنا لیتے ہیں، اور آئندہ غلطیوں سے بچ کر زِندگی بسر کر سکتے ہیں۔ مگر مُورکھ لوگ برابر غلطیوں میں پڑے رہ کر دُکھ بھوگتے ہیں۔

اِنسان کے پاس سے جب کوئی چیز یا سمبندھی چلا جاتا ہے، تو وہ بہت دُکھ مانتا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ اُس کا درحقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لایا تھا۔ جو کچھ اُس کے پاس ہے پرماتما کا ہے، وہ تو خالی ہاتھ آیا اور خالی ہاتھ چلا جائے گا۔ تو پھر کسی چیز کے چلے جانے پر رونا پیٹنا کیا۔ جانئے ہم تو خزانچی ہیں۔ اُس کی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر مالک خزانچی یا مودی خانہ کے داروغہ سے کچھ چیزیں منگاتا

ہے تو انہیں ہرگز رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ مالک کو اختیار ہے، جو چیز چاہے لے لے۔ اس لیئے ہمیں کسی کی جدائی پر مطلق رنج نہ کرنا چاہیئے بھگوان جو کرتے ہیں اچھا ہی کرتے ہیں ؛

بھکتی رس امرت

مہاتما کیشب چندر سین کی بنگالی تصنیف برہم گیت سے ترجمہ

بھکتی کیا ہے؟

بھکتی شاستر کا مطالعہ کرنے سے پہلے ستھر چت کے ساتھ یہ جاننا ہوگا کہ بھکتی کسے کہتے ہیں، بھکتی سے ہم چاہتے کیا ہیں۔ پہلے اس بات کو نہ سمجھنے میں خطرہ کا امکان ہے۔ اس راستے کا مقصود کیا ہے، بھکتی کا لکشن کیا ہے، کس طرح اس کا سادھن ہوتا ہے، کس شے کا سہارا لینے سے بھکتی جاگ اُٹھتی ہے۔ ان ساری باتوں کو شروع میں ہی جان لینا ہوگا۔

بھکتی کیا ہے؟ ہردیہ کے کومل انوراگ (لطیف محبت) کا نام بھکتی ہے۔ کس پدارتھ کا سہارا لینے سے بھکتی پراپت کی جاسکتی ہے؟ ستیم (سچا) شوم (بھلا) سُندرم (جمیل وحسین) کا سہارا ہی بھکتی کو جنم دے سکتا ہے۔ جس شے میں ستیہ شو سُندر کا بھاؤ پایا جائے، اُسے دیکھتے ہی بھکتی جاگنے لگتی ہے۔ پس بھکتی ایک بھاوہ ویشش (جذبۂ خاص) ہے اور ستیہ، شو سُندر اسے اُبھارنے کا اثر رکھتے ہیں لیکن ان تینوں گُنوں کے سوا اور کچھ نہیں چاہتی۔ جہاں ان تینوں گُنوں (سچائی، بھلائی، سوندریہ) میں کسی ایک کی بھی کمی ہو، وہاں بھکتی کی پورنتا میں کسر رہ جائے گی۔ اور بھکتی میں خرابی نمودار ہوگی۔ بھکتی کہاں صحیح وسالم ہوتی ہے؟ جہاں وہ ایک ست، شو، سُندر پرش کو ارپن کی جاتی ہے۔ اس پرش کا سوندریہ (خوبصورتی) کس بات میں پایا جاتا ہے؟ بھلائی اور دیا میں۔ اور وہ دیا کس کی ہوگی؟ اس کی جو ایک ماتر ست پدارتھ (حقیقت) ہے۔ ——— بھکتی کی جڑ وشواس میں ہے۔ بھکت کے دل میں وشواس کی ضرورت ہے۔ وشواس کے بنا بھکتی ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ بھکتی کا بڑا سہارا دیا اور منگل (بھلائی) کا بھاؤ ہے اور اس کی بنیاد ستیہ پر ہے، اور وشواس کے بنا اس ستیہ کا تصور ہی ممکن نہیں۔ وشواس بھکتی کے بنا رہ سکتا ہے، مگر بھکتی وشواس کے بنا نہیں ہو سکتی۔ یہ امر یقینی ہے کہ جہاں بھکتی ہوگی، اس کی تہ میں وشواس ضرور موجود ہوگا۔ اگر بھکتی میں وشواس کی کمی ہو، تو لازمی طور پر اس پر خرابی پیدا ہو جائے گی۔ بھکتی میں سب سے پہلے پورے وشواس کے ساتھ یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ میں جنہیں دیکھ رہا ہوں۔ وہ ستیہ ہیں، موجود ہیں۔ منگل مے (بھلائی) اور دیال (رحیم) ہیں۔

جو ستیہ، شو سُندر میں ایک ہیں۔ بھکتی انہیں ہی دیکھتی اور چاہتی ہے۔ بھکتی میں گیان کی یہی ضرورت ہے کہ بھکتی کی جڑ قائم ہو۔ اس کا مول ٹھیک ہو، جو بھکتی اصلی بنیاد پر اپنی بنیاد نہیں رکھتی، وہ دو یا پانچ سالوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ جس کی بھکتی کی بنیاد مستحکم و استوار ہوتی ہے۔ اس کی بھکتی ستیہ، شو، سُندر پر قائم ہوتی ہے۔ اس کی بھکتی غیر محدود وقت کے کمال حاصل کرتی ہے۔ اگر ان تینوں گُنوں میں کسی ایک کی بھی کسر رہ جاتے سب سادھن، بھجن، پوجا، ارچنا ناکارہ ہو

مہرشی کپل کا اپنی ماتا دیوہوتی کو

ادھیاتم اپدیش

شری مد بھاگوت سکندھ ۳- ادھیائے ۲۵

بھگوان کپل بولے۔ "ماتا! ادھیاتم یوگ ہی منشیوں کے پرم کلیان کا مُکھیہ سادھن ہے۔ اِس سے سُکھ اور دُکھ کی قطعی نورِتی ہوجاتی ہے۔ اِس یوگ کے سبھی انگوں میں ماہر ہونے کی ضرورت ہے۔

"جیوؤں کے بندھ اور موکھش کا کارن من ہی مانا گیا ہے۔ وِشیوں میں پھنس جانے پر وہ بندھن کا کارن ہوتا ہے۔ اور پرماتما میں لین ہونے پر وہی موکھش کا کارن بن جاتا ہے۔ جس وقت یہ مَن "میں اور میرے پن" کے باعث ہونے والے کام، کرودھ، لوبھ وغیرہ وِکاروں سے چھوٹ جاتا ہے۔ اُس وقت وہ سُکھ دُکھ سے رہت شُدھ سم اوستھا میں آجاتا ہے۔ تب جیو اپنے گیان ویراگیہ اور بھگتی بھرے ہردے سے آتما کو پرکرتی سے پرے ایک ماتر بھید رہت، سوئم پرکاش، سُوکھشم اکھنڈ اور نرلیپ دیکھتا ہے تتھا پرکرتی کو جڑ (شکتی ہین) انوبھو کرتا ہے۔ یوگیوں کے لئے بھگوت پراپتی کی خاطر سرب آتما شری ہری کی بھگتی کے برابر اور کوئی کلیان کاری مارگ نہیں ہے۔ گیانی لوگ سنگ یا آسکتی کو ہی زبردست بندھن مانتے ہیں۔ جو لوگ سہن شیل، دیالو، سب دیہہ دھاریوں کا نِشکام ہت کرنے والے، کسی سے بھی دُشمنی کا بھاؤ نہ رکھنے والے شانت سرل سوبھاؤ اور ست پُرشوں کا مان کرنے والے ہوتے ہیں۔ جو پرماتما کے ساتھ اننیہ بھاؤ سے گہرا پریم کرتے ہیں، اور ایشور پراپتی کے لئے اپنے سمپورن کرم اور سگے سمبندھیوں کو بھی تیاگ دیتے ہیں۔ ایسے ایسے سرب تیاگی پُرش ہی سادھو ہوتے ہیں۔ اُن کا ہی سنگ کرنا چاہئیے۔ ست پُرشوں کے سماگم سے بھگتی اور گیان کی کتھائیں سُننے کو ملتی ہیں۔ جن کو سُننے اور دھارن کرنے سے موکھش مارگ میں شردھا پریم اور بھگتی کا وکاس ہوتا ہے، اور انسان سادھنا سے یوگ اور بھگتی کے سرل اُپائیوں سے مَن کو قابو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بھگوان کی نِشکام بھگتی اور گیان سے جنم جنمانتروں کے جمے ہوئے سنسکار بھسم ہوجاتے ہیں۔

"اب مَیں تمہیں پرکرتی وغیرہ سب تتوؤں کے الگ الگ لکشن بتاتا ہوں۔ اُنہیں جان کر منش پرکرتی کے گُنوں سے مُکت ہوجاتا ہے۔ آتم درشن رُوپ گیان ہی پُرش کے موکھش کا کارن ہے اور وُہی اِس کی اہنکار رُوپ چِد جڑ گرنتھی کو کاٹنے والا ہے۔ اِس گیان کا مَیں تمہارے آگے ورنن کرتا ہوں۔ جس سے یہ سارا جگت ویاپت ہے اور جس کی سَتّا سے یہ پرکاشت ہے۔ وہ آتما ہی پُرش ہے۔ وہ انادی، نرگُن پرکرتی

سے میرے اور انتہ کرن میں ٹھہرنے والا ہے۔ اور سودھم پرکاش ہے۔ اس سروویاپک پُرش نے اپنے پاس سوتہ (خود بخود) ہی پراپت ہوئی اودیا اور ترگن آتمک وشنوی مایا کو سویکار کر رکھا ہے۔ اس پرکرتی کو اپنے ستوادی گنوں سے انہیں کے انوروپ طرح طرح کی پرجا رچتے دیکھ وہ فوراً اس کے گیان کو ڈھک لینے والی آورن شکتی کے ذریعہ اسی میں موہت ہوگیا اور اپنے سروپ کو بھول گیا۔ اور اپنے آپ کو کرموں کا کرتا یعنی "میں کرتا ہوں" ایسا ماننے لگا۔ اس کرتاپن کے ابھیمان سے ہی یہ کرموں کے بندھن میں جکڑ گیا، اور برہم پد ہی سے جیو بھاؤ کو پراپت ہو کر دُکھ پاتے لگا۔ مایا کی آورن شکتی نے اس جیو کو اپنے ست چت آنند سروپ کے گیان سے محروم کر دیا ہے۔ یہ کم عقل جیو اپنے اس ناشوان شریر، نیز اس کے سمبندھیوں کے گھر، کھیت اور دھن وغیرہ کو موہ کے باعث نتیجہ مان لیتا ہے۔ دیکھو، اس سنسار میں یہ جس جس یونی میں جنم لیتا ہے، اُسی اُسی میں آنند ماننے لگتا ہے، اور اُس سے متنفر نہیں ہوتا۔ یہ بھگوان کی مایا ہے۔ ایسا موہت ہو رہا ہے کہ کرم کے انوسار سُور، کُتا وغیرہ یونیوں میں جنم لے کر مل موتر وغیرہ..... بھوگوں میں ہی سُکھ ماننے کے باعث اُسے بھی چھوڑنا نہیں چاہتا۔ یہ مورکھ اپنے شریر، استری، پتر، گھر پشو دھن اور بھائی بندھوؤں کے موہ میں پھنس کر اپنے کو خوش قسمت مانتا ہے۔ اور ان کے پالن پوشن میں ہی دن رات لگا رہتا ہے۔ واسناؤں کا غلام ہونے کے باعث یہ سدا اُنہیں کے لئے طرح طرح کے فریب کرتا رہتا ہے۔ جب بدقسمتی سے اس کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی اور یہ مفلس ہو کر اہل و عیال کے پالنے کے ناقابل ہو جاتا ہے۔ تب تو بہت دین ہین اور فکرمند ہو کر لمبی لمبی سانسیں لیتا ہے۔ اس کو ناقابل دیکھ کر اس کے استری، پتر، بوڑھے بیل کی طرح اس کا نرادر کرتے ہیں، اور اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ بڑھاپے کے باعث اس کا روپ بگڑ جاتا ہے۔ شریر روگی رہنے کے باعث بھوجن بھی ہضم نہیں ہوتا۔ لیکن ایمان پورو ک دیئے ہوئے ٹکڑوں سے نرباہ کرتا ہے۔ یہ گھر کی رکھوالی کرنے والے کُتے کی طرح گھر پر ہی پڑا رہتا ہے۔

"جب پران پکھیرو اڑنے کا وقت آتا ہے، تو کرت سے نالیاں رُک جاتی ہیں۔ کھانسنے اور سانس لینے میں بھی اُسے بڑا کشٹ ہوتا ہے۔ گلے میں گھر گھر کی آواز ہونے لگتی ہے۔ اس موقعہ پر اُسے لینے کے لئے بہت ہی خوفناک اور کرودھ بھرے نیتروں والے دو یمدوت آتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر وہ ڈر کے باعث مل موتر تیاگ دیتا ہے۔ وہ یمدوت اُسے یاتنا شریر (دُکھدائی شریر یا پنجرے) میں ڈال دیتے ہیں، اور اس کے گلے میں رسی باندھ کر زبردستی یم لوک کی لمبی یاترا میں لے جاتے ہیں۔ مارگ میں اُسے کُتے کاٹتے ہیں۔ کوّے اور چیلیں اُس کا ماس نوچتے ہیں۔ اُس وقت وہ اپنے پاپوں کی یاد آنے سے ویاکل ہو جاتا ہے۔ بھوک پیاس سے وہ بے چین ہو جاتا ہے۔ دھوپ، اگنی اور لو سے وہ تپ جاتا ہے۔ جب اُس میں ایک قدم بھی چلنے کی شکتی نہیں رہتی، تو یمدوت اُس کو کوڑے مارتے ہیں۔ اُس کو مورچھا آجاتی ہے۔ ہوش آنے پر پھر اُٹھتا ہے۔ اس طرح بہت ہی دُکھ بھری اندھیرے یم مارگ سے یمدوت اُسے یم پوری لے جاتے ہیں۔ یم لوک کا مارگ ننانوے ہزار

یوجن ہے۔ اتنے لمبے مارگ کو دو یا تین مہورت میں طے کر کے وہ نرک میں طرح طرح کے دکھ بھوگتا ہے۔ دہکتی ہوئی لکڑیوں میں جلایا جاتا ہے۔ یم پوری کے کتے، گدھ اس کی آنتیں کھینچتے ہیں۔ سانپ اور بچھو اس کو کاٹتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹیوں سے گرایا جاتا ہے۔ یہ سب کشٹ نیز تامیسر، اندھ تامیسر اور رورو وغیرہ نرکوں کی اور بھی تکلیفیں اس کو بھوگنی پڑتی ہیں۔ پھر اُن کو شوکر کوکر وغیرہ نکرشٹ یونیوں میں جنم لینا پڑتا ہے۔ اور جب وہ اپنے پاپ کرموں کا پھل بھوگ لیتا ہے اور جنم جنما منتروں کے پنیہ کرم اُدے ہوتے ہیں۔ تو پھر اس کو منش جنم ملتا ہے۔

شریمد بھاگوت سکندھ ۳ - ادھیائے ۳۱

مہرشی کپل دیو جی آگے فرماتے ہیں۔ "جب جیو کو منش شریر میں جنم لینا ہوتا ہے تو وہ بھگوان کی پریرنا سے اپنے پورب کرم کے مطابق دیہہ پراپتی کے لئے پرش کے ویرج کن کے ذریعہ استری کے پیٹ میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں وہ ایک رات میں استری کے رج میں مل کر ایک روپ بن جاتا ہے۔ پانچ رات بُدبُد روپ (گول) ہو جاتا ہے۔ دس دن میں بیر کے برابر کچھ سخت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد ماس کی گولی یا انڈج (انڈے کے روپ میں) بدل جاتا ہے۔ ایک ماہ کے بعد اُس کا سر نکل آتا ہے دو ماہ کے بعد بازو، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضا بن جاتے ہیں اور تین ماہ میں ناخن، رونگٹے، ہڈی، چمڑہ استری پرش کے چنہہ اور دوسرے چھید (سوراخ) پیدا ہو جاتے ہیں۔ چار ماہ میں اس میں ماس وغیرہ ساتوں ہی دھاتوئیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بھوک پیاس لگنے لگتی ہے اور چھٹے مہینے میں جھلی سے لپٹ کر وہ داہنی کوکھ میں گھومنے لگتا ہے۔ اس وقت ماتا کے کھائے ہوئے ان جل وغیرہ سے اس کے سب دھاتوؤں کی پشٹی ہونے لگتی ہے۔ اور یہ مل موتر وغیرہ گندگی کے گڑھے میں پڑا رہتا ہے۔ اور وہاں کے پیٹ کے کیڑے اس کے جسم کو نوچتے ہیں تو بہت ہی دکھ پاتا ہے۔ ماتا کے کھائے ہوئے کڑوے تیکھے، گرم نمکین، روکھے اور کھٹے وغیرہ تیز پدارتھوں کے لگنے سے اس کے شریر میں درد ہونے لگتا ہے۔ ماتا کے گربھ آشے میں جھلی سے لپٹا ہوا وہ جیو باہر سے ماتا کی آنتوں سے گھرا رہتا ہے۔ اُس کا سر پیٹ کی طرف نیز پیٹھ اور گردن گولائی میں مڑے رہتے ہیں اور اس طرح وہ پنجرے میں بند ہوئے پرندے کی طرح بالکل بے بس ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے اعضا کو ہلا جلا بھی نہیں سکتا۔ اسی وقت ادرشٹ کی پریرنا سے اسے سمرن شکتی پراپت ہوتی ہے۔ تب اپنے سینکڑوں جنموں کے بہت ہی پرانے کرم یاد آنے سے وہ بے چین ہو جاتا ہے اور اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ ساتواں مہینہ شروع ہونے پر اس میں گیان شکتی بھی کھل جاتی ہے، اور پرماتما سے دین بانی سے کرپا دیا کے لئے پرارتھنا کرتا ہے اور اس نرک سے نکلنے کی کامنا کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ آئندہ میں موہ مایا میں ہرگز نہیں پڑوں گا، اور آیو بھر نیک اعمال کروں گا۔ تمہارا بھجن کروں گا۔ یوگ بھگتی اور گیان کا آسرا لے کر میں جنم مرن کے بندھن سے آزاد

SABHA AMBPHAKER LIBRARY

ہونے کی کوشش کروں گا۔

"بھگوان اُس کی پرارتھنا کو سُنتے ہیں اور اُس نیچے کیئے ہوئے مُکھ والے بالک کو پرسُوت کال کی وائیو باہر دھکیل دیتی ہے۔ جیسے کوہلو میں گنا پیڑا جاتا ہے۔ اسی طرح اُس وقت جیو کی حالت ہوتی ہے۔ اس کا سر نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ اس لیئے وہ تلملا اُٹھتا ہے۔ اُس کے سانس کی گتی رُک جاتی ہے۔ اور پہلی یادداشت نشٹ ہو جاتی ہے اور وہ اگیان وشا میں باہر نکل کر رونے لگتا ہے۔

اس طرح بچپن اور کمار اوستھا کے دُکھ بھوگ کر وہ بالک جوان ہو جاتا ہے اور پھر وشے وکاروں میں پڑ کر اپنا آپ بھول جاتا ہے۔ یہی بھگوان کی مایا ہے۔

نیم جن کا ہر ایک منش کے لئے پالن کرنا ضروری ہے

از۔ شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج ششیہ شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج

ا۔ ستیہ بولنا۔ جو سب شُبھ کرموں اور بھلائیوں کی بنیاد ہے ؛ ۲۔ کسی کو من بانی شریر سے نہ دُکھانا۔ جو سب دھرموں سے پرم دھرم بتلایا گیا ہے ؛ ۳۔ آہار وہار آچار شُدھ رکھنا۔ جس سے من شُدھ ہو کر گیان کے ذریعہ مُکتی کے لائق ہو جاتا ہے ؛ ۴۔ کُسنگ سے بچنا۔ کیونکہ کُسنگ سے اچھے پڑھے آدمی بھی بگڑ کر گر جاتے ہیں ؛ (۵) ست سنگ میں ضرور وقت دینا۔ اس سے منش سب واقفیت حاصل کر کے سادھن سمپن ہو کر برہم گیان کو حاصل کر کے جیون مُکتی کو پا سکتا ہے ؛ ۶۔ موت کو سر پر دیکھتے رہنا۔ کیا جانے اتفاقیہ کس وقت آ جائے۔ اس سے ویراگ پیدا ہوتا ہے۔ جو سب سادھنوں اور گیان کی اصل بنیاد ہے ؛ ۷۔ سنتوش سے دھرم پوروک وِوہار کر کے اپنا گذارہ کرنا۔ ایسا پُرش ہمیشہ بے فکر اور خوش رہتا ہے ؛ ۸۔ نت نیم بلا ناغہ کرنا۔ جس سے چت اور عادتیں یعنی سُبھاؤ دُرست ہو جاتے ہیں ؛ ۹۔ دُکھوں اور غریبی میں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ ان کے آنے سے پُرش کئی پاپوں سے بچ کر کئی بھلے کام کرنے میں تیار ہو جاتا ہے ؛ ۱۰۔ اپنے آپ کو ایشور شرن میں رکھنا۔ کیونکہ پرماتما کے سوائے اور کوئی مصیبت کے وقت بھی اس لوک یا پرلوک میں منش کا مددگار نہیں ہے۔ اور نہ سُکھ دے سکتا ہے ؛ ۱۱۔ وقت کی قدر کرنا یعنی فضول کاموں یا باتوں وغیرہ میں خرچ نہ کرنا۔ کیونکہ اس تندرستی اور زندگی کے وقت کی قیمت بیماری اور موت کے وقت معلوم ہوتی ہے ؛

۱۲۔ دست در کار دِل با یار۔ یعنی ہاتھ کام میں اور دِل یار میں رکھنا چاہیئے کیونکہ اس طریقہ عمل سے کام کرتے ہوئے چت ایشور میں لگا رہے گا۔ جس سے آخر کو اعلےٰ گتی ہو گی ؛

۱۳۔ اپنے کرموں کی روزانہ پڑتال رکھنا۔ اس عمل سے منش بہت جلد ترقی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو اپنے چت کی حالت کا پتہ لگتا رہتا ہے ؛ ۱۴۔ کوئی شک والا کام نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ شک ہی پاپ ہوتا ہے ؛

جوگ ساگر (مسلسل)

مصنفہ حضرت غلام جیلانی صاحب

گوپی چند کی بہن کا اُس کے گُرو سے اُپدیش لینا

(گذشتہ سے پیوستہ)

- اپنے نفس سے جنگ کرو۔
- دشمنوں سے دوستی پیدا کرو۔
- انام (دگم) ہو جانا ہی نام پیدا کرتا ہے۔
- افعال نیک کا کنبہ بناؤ اور اُس پر بھروسہ رکھو۔
- ملکیت صرف ہری سمرن اور نیکی ہونی چاہیئے۔
- نیک افعال سے جو صحت پیدا ہوئی ہے اُسے قائم رکھو۔ اور ایسی بے اعتدالی مت کرو جس سے اس میں فرق آجائے۔
- علوم الٰہی حاصل کرو، ہری مارگ مذہب ہو۔ ہری کے رنگ میں رنگی ہوئی زندگی بسر کرو، اور اپنے سے ہر ایک کو افضل جانو۔
- جہالت سے زیادہ کوئی اندھیرا نہیں اور گیان سے بڑھ کر کوئی روشنی نہیں۔
- من کی فتح سے بڑھ کر کوئی فتح نہیں۔
- بے آزاری سے بڑھ کر کوئی وصیت نہیں۔
- حواس پر قابو پانے سے بڑھ کر کوئی بہادری نہیں۔
- پریم سے بڑھ کر کوئی نشہ نہیں۔
- زبان سے زیادہ تیز کوئی تلوار نہیں۔
- دل سے زیادہ کوئی بے قرار نہیں۔
- سرت سے زیادہ کوئی تپ نہیں۔
- خواہش روکنے سے بہتر کوئی روزہ نہیں۔
- تن آسانی سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔
- جنم مرن سے بڑا کوئی چکر نہیں۔
- [illegible] ڑا کوئی امیر نہیں۔
- ہری نام سے بڑا کوئی سہارا نہیں۔
- سچ سے بہتر کوئی قانون نہیں۔
- کام کرودھ سے بڑھ کر چِتا میں ڈالنے والی کوئی چیز نہیں۔
- لالچ سے بدتر کوئی زہر نہیں۔
- بخل سے بڑھ کر کوئی نحوست نہیں۔
- پرنندیا سے بڑھ کر کوئی بدعادت نہیں۔
- بغض سے بڑھ کر کوئی کمینہ عادت نہیں۔
- کرودھ سے بڑھ کر کوئی بے قراری نہیں۔
- عیب جوئی سے بڑھ کر کوئی عیب نہیں۔
- تنگ دل سے زیادہ کوئی تنگ جگہ نہیں۔
- موت سے بڑھ کر کوئی تبدل نہیں۔
- خواہش سے زیادہ کوئی اُگنے والی چیز نہیں۔
- آسمان سے بڑا کوئی گنبد نہیں۔
- دُنیا سے بڑی کوئی سرائے نہیں۔
- علم کے دان سے بڑھ کر کوئی دان نہیں۔
- علم کے دھن سے بہتر کوئی دھن نہیں۔
- نفس سے بڑا کوئی دشمن نہیں۔
- حسد سے زیادہ کوئی جلن نہیں۔
- ریاکاری سے بڑھ کر کوئی فریب نہیں۔

وچار مارگ

دکن کے پرسدّھ مہرشی رمن کے ساتھ بات چیت

مترجمہ آتم درشی پنڈت نرمل چندر جی

ابتدائی شکوک

سادھک :- آپ فرماتے ہیں کہ آتما ڈھونڈنے سے پایا جا سکتا ہے۔ مَیں اِس تلاش کا طریقہ معلوم کرنا چاہتا ہُوں۔

مہرشی :- تم مَن (ذہن) ہو، یا تم اپنے آپ کو مَن سمجھ رہے ہو۔ مَن خیالات کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن ہر ایک خاص خیال کے پیچھے عام "مَیں" کا خیال سدا موجود ہوتا ہے۔ یہی "مَیں" ہی تو تمہارا اپنا آپ (آتما) ہے۔ اِس "مَیں" کی طرف متوجہ رہ کر ہمیشہ اِس سوال کے حل کرنے میں کوشاں رہو۔ یہ "مَیں" کیا ہے۔ جب تمہارے ذہن پر یہ سوال غالب آجائے گا۔ تب تُم اور خیالات نہیں سوچ سکو گے!

سادھک :- جب مَیں ایسا کرتا ہُوا "مَیں" کے خیال میں مگن ہونے لگتا ہُوں۔ تب اَور خیالات آنے جانے لگتے ہیں۔ تب اگر مَیں اپنے آپ سے پُوچھتا ہُوں کہ مَیں کون ہُوں تو اس کا کوئی جواب نہیں ملتا۔ کیا اسی خیال میں رہنا ہی آہنگ نِشٹھا (قیام بالذّات) کی مشق ہے؟

مہرشی: یہی تو غلطی ہے۔ جو اکثر لوگ کیا کرتے ہیں۔ جب تُم اِس طرح آتما کی کھوج کرتے ہو۔ تب "مَیں" کا خیال بطورِ ایک خیال کے نہیں رہتا۔ بلکہ تمہاری ہستی کی گہرائی سے کچھ اَور ہی ظاہر ہو کر تم پر غالب آجاتا ہے۔ اَور یہ وہ "مَیں" نہیں جس نے تلاش شروع کی تھی۔

سادھک :- پھر یہ اندرُونی گہرائی سے نمودار ہونے والی شے کیا ہے؟

مہرشی :- یہی تو حقیقی ذات (آتما) ہے۔ یہ خودی (اہنکار) نہیں، بلکہ "مَیں" کا سہارا اَور معنی ہے۔ یہ خود ہی پرماتما ہے۔

سادھک :- لیکن آپ بارہا فرمایا کرتے ہیں کہ آتما کی کھوج کرتے وقت دُوسرے خیالات کو ترک کر دینا چاہیئے۔ مگر خیالات کی تو کہیں حد نہیں ملتی۔ ایک خیال ترک کرنے پر دُوسرا آن موجود ہوتا ہے۔ اِس طرح یہ سلسلہ کہیں ختم ہوتا دِکھائی نہیں دیتا۔

مہرشی :- مَیں یہ نہیں کہتا کہ تم خیالات کے ترک کرنے میں ہی لگے رہو۔ جب تک صرف "مَیں" کے خیال میں

لگے رہتے ہیں، اور جب تمہارا اشتیاق تمہیں صرف اسی خیال میں لگاتار محو رکھتا ہے۔ تب دوسرے خیالات خود بخود کافور ہو جاتے ہیں۔

سادھک: کیا پھر خیالات کا ترک کرنا ضروری نہیں ہے؟

مہرشی:۔ بعض کے لئے کچھ وقت کے لئے ایسا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ خیالات کو یکے بعد دیگرے ترک کئے جانے پر کہیں سلسلہ خیالات ختم نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات نہیں ہے۔ خیالات ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر تم چوکنے رہ کر خیالات کو ان کے اٹھتے ہی ترک کرتے چلے جاؤگے، تو تم جلدی ہی اپنے آپ کو گہرائی میں اور بھی اور داخل ہوئے دیکھوگے، اور ان گہرائیوں میں داخل ہو کر ترک خیالات کی کوشش غیر ضروری ہو جائے گی۔

سادھک:۔ تو کیا جد و جہد حالت کا حاصل ہونا ممکن ہے؟

مہرشی:۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ایک حد سے آگے بڑھ کر جد و جہد کا جاری رکھنا ہی ناممکن ہو جاتا ہے۔

سادھک:۔ پھر کیا میں جد و جہد کو ترک کر دوں؟

مہرشی:۔ موجودہ حالت میں تم ایسا نہیں کر سکوگے۔ ہاں جب اپنے آپ کی گہرائی میں غوطہ زن ہوگے۔ تب جد و جہد ایک ناممکن بات ہو جائے گی۔

انتر آتما (اندرونی ذات) تمہاری انتظار میں ہے!

سادھک:۔ آپ بہت دفعہ کہا کرتے ہیں۔ "دنیا تمہارے بغیر کوئی ہستی نہیں رکھتی" "ہر ایک شئے تمہارے اوپر انحصار رکھتی ہے" "تمہارے سوا اور کیا ہے" وغیرہ وغیرہ۔ میں یہ باتیں سن کر چکرا جاتا ہوں۔ یہ دنیا تو میری پیدائش سے پہلے موجود تھی، اور میرے مرنے کے بعد بھی اسی طرح موجود رہے گی۔ جیسے کہ وہ گزشتہ مردہ لوگوں کے بعد چلی آتی ہے۔

مہرشی:۔ کیا کبھی یہ بات میں نے کہی ہے کہ یہ دنیا تمہارے سبب سے (دم سے) ہستی رکھتی ہے؟ ہاں، میں تم سے پوچھا کرتا ہوں کہ تمہارے آتما کے سوا اور کیا موجود ہے؟ تمہیں یہ بات جاننی چاہیئے کہ آتما سے میری مراد تمہارا کثیف یا لطیف جسم کبھی نہیں۔

اس کے سوا تمہیں بتلایا گیا ہے، کہ اگر تم ایک بار اس آتما کو جان لوگے کہ جس میں تمام خیالات (جن میں تمہارا اپنے آپ کا خیال تمہاری مانند اور لوگوں اور دنیا کا خیال بھی شامل ہے) حرکت کرتے ہیں۔ تب تم اس ستیہ کو جان لوگے کہ حقیقت پرم ستیہ موجود ہے۔ جو سارے جگت اور تمام لوگوں کا اپنا آپ ہے۔ اور پرم آتما ہے۔ اور جسے جیو (پندار خودی) سے تمیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آتما نتیہ (ابدی) ہے۔ اور جیو انتیہ فانی ہے۔ پندار جسمانی یا پندار خودی کو آتما خیال کرنا بھول ہے۔

سادھک :- اس کے تو یہ معنی ہُوئے کہ آتما ہی ایشور ہے ؟

مہرشی :- اس بات کو بخوبی سمجھ لو، کہ آتم گیان کا طریقہ وچار شوہم (ہیں پربھو ہُوں) سوہم (میں وہ ہُوں) کے دھیان سے مختلف شے ہے۔ مَیں تو آتم گیان پر زور دیتا ہُوں۔ کیونکہ ایشور اور جگت (خدا اور دُنیا) کو جاننے سے پہلے اپنے آپ کو جاننا ضروری ہے۔ سوہم یا اہم برہماسمی (مَیں وہ ہُوں یا برہم ہوں) کم و بیش ایک ذہنی خیال ہی ہے۔ مگر مَیں جو وچار مارگ بتلا رہا ہُوں، وہ سیدھا راستہ ہے۔ اور یہ دھیان پر فضلیت رکھتا ہے کیونکہ جب تم اپنے آپ کو کھوج کرتے ہوئے اور ہی اور گہرائی میں داخل ہوتے ہو تب انتر آتما جو سدا تمہارا منتظر ہے۔ تمہیں اپنے اندر پرویش دینا ہے۔ تب جو کچھ ہوتا ہے، تم سے نہیں ہوتا، کسی اور سے ہوتا ہے۔ تمہارا اس میں کوئی ہاتھ نہیں ہوتا۔ اس طریق سے ہر تمہارے شبکوک اور بحث مباحثے اسی طرح ختم ہوجاتے ہیں۔ جس طرح سو جانے پر ہر طرح کے اندیشے اور افکار۔

سادھک :- اس بات کا یقین کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی اور ہستی مجھے خوش آمدید کہنے کے لیے میری منتظر ہے ؟

مہرشی :- جب انسان کافی پختہ حالی کو حاصل کرتا ہے۔ تب اسے اس بات کا خُود بخُود یقین ہو جاتا ہے۔

سادھک :- یہ نشوونما کس طرح حاصل ہو سکتی ہے ؟

مہرشی :- اس سوال کے کئی جواب ہو سکتے ہیں، مگر تمہاری پہلی نشوونما کچھ ہی ہو۔ وچار سے یہ عمل نشوونما نیز ہو جاتا ہے۔

وچار کوئی عقلی ورزش نہیں بلکہ ایک اندرونی اور لطیف عمل ہے

سادھک :- اگر میں خیالات کو ترک کئے جاؤں، تو کیا اس عمل کو وچار کہہ سکتا ہُوں۔

مہرشی :- یہ عمل وچار کی طرف جانے کا ایک عارضی ذریعہ ہو سکتا ہے۔ مگر حقیقی وچار اس وقت شروع ہوجاتا ہے کہ جب تم آتما میں لگے رہ کر پہلے ہی سے ذہنی حرکت اور خیالی لہروں سے الگ ہوتے ہو۔ اس لئے وچار کوئی عمل نہیں۔ بلکہ انتر وچار (اندرونی جستجو) ہے۔

سادھک :- کیا اسی کا نام ہی دھیان ہے ؟

مہرشی :- خیالات کے حملوں سے محفوظ رہ کر ایک ہی حالت کا نام ابھیاس یا سادھن ہے۔ تم بیدار رہ کر جاگتے رہتے ہو۔ یہی حالت اور ہی اور گھنی اور گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور تم ہر طرح کی جدوجہد اور ذمہ داریوں سے آزاد ہو جاتے ہو یہی "آروڑھ سدھاوستھا" ہے ؀

مُکتی کا سادھن

(کوی کرشن چندر روی)

پربھو سے دِل لگاتا ہے لگالے جس کا جی چاہے
بہے ست سنگ کی گنگا نہالے جس کا جی چاہے

اُجالا مَن میں ہو جائے اندھیرے دِل کے مِٹ جائیں
پربھو کے پیار کی جیوتی جلالے جس کا جی چاہے

ہیں بھٹکے جنم جنموں کے ستائے تین تاپوں کے
سبھی دُکھ تاپ مٹ جائیں مِٹالے جس کا جی چاہے

نہ تیرتھ ہیں نہ ترویٖنی گیا گنگا نہ کاشی ہیں
ملے وہ مَن کے مندر میں بُلالے جس کا جی چاہے

وِدھاتا شنکر غریبوں کی مُرادیں من کی دیتے ہیں
وِدھا دِل کی اُسے اپنی سُنالے جس کا جی چاہے

بھرے اُس کے خزانے ہیں رتن دھن مال و دولت کے
وُہ دیتے جھولیاں بھر بھر اُٹھالے جس کا جی چاہے

یہ پیالہ پریم اَمرت کا جو پیتے ہیں اَمر ہوں گے
روی سادھن یہ مُکتی کا ہے پالے جس کا جی چاہے

سمرپت جیون

امریکہ کی ایک سچّی عابدہ کے رُوحانی تجربات

انگریزی زبان میں ایک چھوٹی سی کتاب "THE SELF SURRENDERED" پائی جاتی ہے جس پر مصنّف کا نام نہیں دیا گیا۔ ہاں اس قدر تحقیق شدہ امر ہے کہ در اصل یہ ایک رُوحانی طور پر بہت ترقی یافتہ اور کشف حقیقت سے بہرہ ور عورت کی چھٹیوں میں سے اقتباسات ہیں۔ جو اس نے ڈاکٹر ہنری کی طرف لکھی تھیں۔ قدر شناس ناظرین کے لئے اس کا ہر فقرہ گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ بیان اس قدر سادہ ہے کہ ہر اہلِ دل سُنتے یا پڑھتے ہی اندرونی رُوح کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ ہم ذیل میں اس کا ہندوستانی ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

- زندگی تیز رفتاری کے ساتھ گذرتی جاتی ہے۔
- میں نے پچھلے سال بہت مطالعہ کتب نہیں کیا۔ میں اپنے آپ کو آتما (سپرٹ) کے حوالے کر کے اسے کھلا موقعہ دیتی ہوں، کہ وہ میری راہ سے جس طرح اور جو کچھ بھی چاہے۔ کرے۔
- جب مجھے کسی خاص بات کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ میں اس مضمون پر جو کچھ پڑھ سکوں۔ پڑھ لیتی ہوں، اور اس کے متعلق سوچتی ہوں۔ مگر اس کے بعد میں اس مضمون کو بھول جاتی ہوں۔ پھر ایک دن اچانک ہی مجھ پر اس کے متعلق سب کچھ خود بخود روشن ہو جاتا ہے۔
- میرا خیال ہے کہ جب ہم کسی قسم کے علم (گیان) کے لئے سچ مچ تیار ہو جاتے ہیں۔ تب ہمارا ذہن اسے خواہ مخواہ ہی چاہنے اور ڈھونڈھنے لگتا ہے۔
- میری انتر آتما (رُوح باطنی) مجھے ایسے تجربات کی طرف لے جاتی ہے، اور ان اشخاص کے ساتھ تعلق میں لاتی ہے جو مجھے وہی کچھ تبلا دیتے ہیں، جسے میں جاننا چاہتی ہوں۔
- میرا یقین ہے کہ اب میں نے انتر آتما (اندرونی رُوح) پر اس طرح بھروسہ کرنا سیکھ لیا ہے۔ جب کہ پہلے کبھی نہ سیکھا تھا۔ میں اسے اپنے اندر سچ مچ محسوس کرتی ہوں۔
- میں نے جان لیا ہے کہ کُل زندگی در اصل ایک زندگی واحد کا ہی ظہور ہے۔ اس کے ہر ایک انفرادی ظہور (جیو آتما) میں ہمہ گیر رُوح (پرم آتما) کی شکتیاں اور گُن موجود ہیں۔ انسان اس انتر آتما کا سب سے اُونچا ظہور ہے۔ اور وہ تمام روشنی انتر آتما سے حاصل کر سکتا ہے۔ جس کے حصول کی وہ قابلیت رکھتا ہے۔ اور یہ روشنی اسی قدر ہی حاصل ہو سکتی ہے جس قدر وہ یقین اور استعداد قبولیت رکھتا ہو۔

• میں اس سچائی پر عمل کے لئے کوشاں ہوں، اور آتما پر بھروسہ رکھتی ہوں۔

• پچھلے چند مہینوں کے اندر مجھے اس انتر آتما کا انوبھو (کشف) ہوا ہے۔ جسے میں لفظوں میں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتی۔ یہ ایک جذبہ ہے۔ آگاہی ہے۔ اور اس ہستی کی بلا کم و کاست طاقت کا احساس ہے جس پر میں ہر امر میں بلا شک و شبہ بھروسہ کر سکتی ہوں۔ یہ مجھے ہمیشہ ہی بہترین شے کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ طاقت حکمت اور محبت کا اندرونی احساس ہے۔ نہیں نہیں۔ میں بیان ہی نہیں کر سکتی۔ میں نے بہت سے لفظ جمع کر دیئے ہیں۔ مگر جو کہنا تھا۔ کہہ نہیں سکی۔ ہاں اگر تمہیں بھی کبھی ایسا تجربہ حاصل ہوا ہے، تو تم میرے الفاظ کے معنی سمجھ لو گے۔

• میں اسے سدا محسوس کرتی ہوں۔

• مجھے تنہا رہنا پسند ہے۔ میں غیر محدود دل سے محبت کی رو میں محسوس کرتی ہوں۔ جو کہ اسی قدر لطیف اور واقعی ہیں۔ مگر ناقابل بیان ہیں۔

• ذات محدود (اننت آتما) کا ایک بار سپرش پانا بھی ساری زندگی کے برابر قدر و قیمت رکھتا ہے اور صرف اسی کا نام ہی جینا ہے، اس کے سوا اور سب کچھ اندھیرا ہے۔ میں اپنا سب جسم اور روح۔ اس طاقت کو ارپن کر دیتی ہوں۔ اس کے خلاف میں کر ہی نہیں سکتی۔

• میں ایسا پریم اور نربھرتا انوبھو کرتی ہوں کہ اننت پرش میرا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ اور دنیا مسکراتی ہوئی میرا راستہ چھوڑ دیتی ہے۔ میرے روبرو حائل نہیں ہوتی۔

• میں اس قدر سخت کام نہیں کرنا چاہتی، کہ مجھے جینے کے لئے فرصت ہی نہ ملے۔

• وہ مہان اننت پرش جو سارے جگت میں ویاپک ہو رہا ہے۔ میری خبر گیری کرے گا۔ بشرطیکہ میں اس کے ساتھ محبت اور بھروسہ کرتی ہوئی اس کے پیچھے چلوں۔

• میں سمجھتی نہیں۔ مگر وشواس رکھتی ہوں۔

• میں اس قدر باحس اور اثر پذیر ہو گئی ہوں کہ ارد گرد ذرا سی ناموافقت بھی مجھے پریشان کر سکتی ہے۔ اگرچہ میرا اس کے ساتھ کوئی شخصی تعلق نہیں ہے۔

• میں بہت دیر تک بھیڑ بھاڑ برداشت نہیں کر سکتی۔ میں تکان محسوس کرنے لگتی ہوں، اور یہی وجہ ہے کہ مجھے تنہائی پسند ہے۔

• میں اپنی زبان بند رکھتی ہوں اور میں اس دنیا میں رہتی ہوئی بھی اس دنیا کی نہیں ہوں۔

• جیسے ہم چننے اور انتخاب اختیار کرنے کا اختیار تو رکھتے ہیں۔ مگر صرف اپنی نشو و نما اور قابلیت کے موافق۔

• چیزوں میں نہ تو زندگی ہے اور نہ ان پر خوشی کا انحصار ہے۔ روپیہ اور اشیاء مجھے وہ کاٹھ کے ٹکڑے یاد دلاتے ہیں۔ جن سے بچے کھیلا کرتے ہیں۔ وہ کھیل کے لئے درکار نہیں۔ بعض کے پاس زیادہ ہیں۔ بعض کے

پاس نفیس اور بعض دوسروں سے زیادہ رکھتے ہیں۔

• میں روحی تجربات میں ذرا دلچسپی نہیں رکھتی۔ اگر وہ خود بخود وقوع میں آئیں تو واہ واہ۔ ورنہ میں کبھی ان کے پیچھے نہیں دوڑتی۔

• روشن ضمیری دھوکہ نہیں ہے۔ مگر اصلی شے جب تم پاؤ گے تب ہی جانو گے۔ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا میں اگر کچھ کہہ سکتی ہوں تو صرف اتنا ہی کہ یہ ایک اور طرح کا احساس جاننا ہے۔

• یہ اندرونی آواز اس قدر بھلی، حلیمہ، طاقت اور پُر محبت ہے! نہیں نہیں مجھے کہنا چاہیئے کہ یہ عین محبت ہے! بھلائی ہے، طاقت ہے اور برداشت ہے۔

• میں اسی ذات کی حضوری سے اسی قدر آگاہ ہوں، جس قدر کہ ہونا ممکن ہے۔ یہ رشتہ پُتر اور پتا کے متعلق جوش اور سرگرمی محسوس کرتی ہوں۔

• میں اس پرماتما کو اپنے دل کی ساری محبت اور عبادت نذر کرتی ہوں۔ اپنی روح، ذہن اور جسم اسے سونپ دیتی ہوں۔ میں اسی لئے دیتی ہوں کہ اس سے چارہ ہی نہیں۔ یہ دنیا میرے وجود سے ایک طرح کا جبری بہاؤ ہے۔ اس کی طرف کبھی کبھی ایک نقطہ یا فقرہ ہی کسی غیر متوقع جگہ پر روشنی دیتا اور راہنمائی کیا کرتا ہے ؛

ہستی کی دھن

ہوئی دیکھ گل کو جو بے دلی تو زباں کو تابِ بیاں نہیں
میں مثالِ بلبلِ بینوا کبھی محوِ شور و فغاں نہیں
لگی آگ عشق کی دل میں جب تو پگھل گئیں میری ہڈیاں
وہی بہتی رہتی ہیں رات دن یہ سرشکِ چشم رواں نہیں
تیرا ذکر مجھ سے نہ ہو سکا نہیں فکر تیری کبھی ہوئی
نہ وہ دل رہا نہ ذہن رہا نہ سخن رہا وہ زباں نہیں
یہ زمانہ نقش بر آب ہے۔ تہہ آب میں یہ سراب ہے
یہ مثال موج و حباب ہے کہ قیام عمرِ رواں نہیں
نہیں گل کی خوشبو کا شوق ہے نہیں وید غنچہ کا ذوق ہے
کسی ایسے باغ میں جائیں گے کبھی جسکو خوفِ خزاں نہیں

پورن پرشوں کی دھارنا

از۔ سنت نارائن سنگھ جی

امرت ہر ہر نام ہے میری جندڑیئے امرت گورمت پائے رام
ہوں مے مایا بکھ ہے میری جندڑیئے ہر امرت بکھ رجائے رام
من سُکا ہریا ہویا میری جندڑیئے ہر ہر نام دھیائے رام

ترجمہ:- ہے میری جان! ہری ہری نام ہی امرت ہے۔ مطلب یہ کہ سرب ناموں کا لکش وبھو آتما ہی امرت ہے، اور آتما کو مُرشدِ کامل (ستگورو) کی ہدایت سے چینا جاتا ہے۔

سرب آنندوں کی اودھی، سرب گیان کا مخزن و منبع، سرب جیوں کی جان۔ جس سے سب جیوت استھا میں ہلتے جُلتے نظر آتے ہیں۔ جڑ اور چیتن، چر اور اچر کو پرکاش کرنے والا دلو ہی امرت ہے۔ اُسے جان کر مایا کا زہر اُتر جاتا ہے۔ سموہ، پرپنچ (مایا کا تماشا) ہماری ہوں، مے (خودی) کے آسرے ہے۔ جب اہنکار کی ہوا دماغ سے خارج ہو جاتی ہے، تو ہوش (بدھی) ٹھکانے لگتی ہے۔ اپنے سوامی جیوتی روپ پرتیم کو چیتن امرت پان کرتی برھما کار ہوتی ہے۔ اس نشے کی تصویر فقیر مجذوب، نرنکاری گورو اپنے مستی سے پُر الفاظ میں یوں کھینچ کر دکھاتے ہیں۔

اے نے توحید کے پیالے سے ذرا کان لگا کے تو سُن بے ــ اس نجین کو سمرن کرتے۔ بے ہوشی کا عالم طاری ہوتا ہے۔

بل سکھیاں پچھیہ - کہو کنت نیانی
اس پریم بھری - کچھ بول نہ جائی

توحید کے امرت پینے والے ہمراز پوچھتے ہیں۔ کہو اے پریمی جن! اس مہاراج (مہاں پرکاش) کو کیسے، کس رنگ میں دیکھا۔ اس کا نشان بتلاؤ۔ آگے پریمی عرض کرتا ہے۔ ہے مہاتما جنو! کیا کہوں۔ اس پریم کے امرت رس کو پان کر کے بے خودی طاری ہو گئی تھی۔ اب بول کر سُنا نہیں سکتا ہوں۔ کہ کیا کچھ دیکھا۔

ہوئے کری تاں توں نہیں توں ہووہ ہوں ناہہ
بوجھو گیانی بوجھناں۔ اِہ اکتھ کتھا من ماہہ

ترجمہ:- جہاں خودی کا علم ہے۔ وہاں آتما کا اگیان ہے۔ جہاں وہ پرتیکش ہے۔ وہاں خودی عدم میں سما جاتی ہے۔ اے عارف، اس رمز کو جان۔ اپنے دل ہی دل میں محو ہو جا۔ کہ اس منزل پر کہنے سُننے کی

گنجائش نہیں ہے۔

مانُش دِہ کی سپھلتا گیان سے ہے

گورُو صاحب فرماتے ہیں۔ مَن مُکھ موقعہ محل نہیں دیکھتے۔ اپنے من ہٹھ میں جنم کو بِرتھا گنوائے جاتے ہیں۔ جانوروں کی طرح وِشئے وکاروں میں گِرتے ہیں۔ اپنی مُکتی (ملین بُدھی) عقل ناقص پر نازاں ہوکر گورُو جنوں کا ہِت اُپدیش کان سے نہیں سُنتے۔ اِس طرح اُپنے ہان لابھ سے بے خبر رہتے ہیں۔

سورٹھ محلہ ۹

۱۔ من رے کون کُومت تے لینی۔ پَر دارا نِندا رَس۔ رچیو۔ رام بھگت نہ کینی
۲۔ مُکت پنتھ جانیو تے ناہی۔ دُھن جوان کو دھایا۔ اَنت سنگ کاہُو نہیں دِینا۔ بِرتھا آپ بندھایا۔
۳۔ نا ہر بھجیو۔ نہ گُرجن سیویو۔ نہ اُپجیو کچھ گیانا۔ گھٹ ہی مانہہ نرنجن تیرے۔ تَے کھوجت اُدیانا۔
۴۔ بہت جنم بھرمت تے ہاریو۔ استھر مِت نہیں پائی۔ مانس دیہہ پائے پَد ہر بھج۔ نانک بات بتائی۔

ترجمہ: ۱۔ اے من، کھوٹی سنگت کے پربھاؤ سے یہ بُرا سبق تُو نے کیا سیکھا۔ رات دن تُو اپنی شوبھا کو بڑھانے کی خاطر اپنے بھائیوں کی نندا کرنے میں سُکھ مانتا ہے، اور اپنی پتنی (عورت) کو چھوڑ کر پر استری کی محبت میں غلطان ہو رہا ہے۔ اِس طرح سے راستی سے گِر کر ناراستی کے راستہ میں پڑ کر اپنے سرجن ہار (جو سروویاپک ہیں) کی بھگتی سے وِمُکھ ہُوا جاتا ہے۔ تُو نہیں جانتا کہ یہ طریق کار تیرے بندھنوں کو دن بدن پُختہ کر رہا ہے۔ اِس سے تیری نجات کی راہیں بند ہو جائیں گی۔

۲۔ تُو ہوش کر! زر و مال کی فراہمی دُکھوں کا گھر ہے۔ جن لوگوں کے لیے تُو پاپ کر کے مایا اکٹھا کرتا ہے۔ ان میں سے تیرا ساتھی کوئی نہ ہوگا۔ بے فائدہ اُن کے بدلے تُو اکیلا ہی قید کا سزاوار ہوگا۔

۳۔ نہ ہی زبان سے اُپنے سوامی کے گُنانوادگائین کیئے۔ نہ ہی ہاتھوں سے مہاپُرکھوں کی سیوا کی۔ اور نہ ہی اپنی شُبھ وِچار سے پرماتما کے سرُوپ کی کچھ شناخت کی۔ ساری عمر باہر مُکھی۔ ہری کیرتن کرتے رہے۔ ہری کو اپنے سے بھِن جان گھٹ سے باہر اُس کی تلاش میں بیابانوں کی خاک چھانتے رہے۔

۴۔ تیلی کے بیل کی مانند بہت جنم چکر لگاتے رہے۔ یہ بُدھی استھر نہ ہُوئی۔ گورُو نانک کہتے ہیں۔ اے پیارے! اِس مانُش دِہ کو سپھل کر لے۔ ہری کے سرُوپ کا سمرن کر۔ سرُوپ سمرن کا راز جان کر تُو بھوجل سے پار ہوگا، اور نج استھان میں سوبھا یکمت وِراجمان ہوگا!

گُن اُوگُن کا وِچار ہی گیان کا مُکھ سادھن ہے!

بہت تھوڑی بُدھی والا پُرش بھی اِس بات سے انکار نہیں کر سکتا ہے کہ بعض انسان ترقّی کے

راستہ پر گامزن ہیں، اُور بعض تنزل کی راہ پر ہیں، کوئی اُوپر کو چڑھا جا رہا ہے، اُور کوئی نیچے آ رہا ہے، ترقی دو ہی قسم کی ہے۔ دُنیاوی اُور رُوحانی۔

پہلی قسم کا نمونہ شاہنشاہ کے جلال میں دیکھا جاتا ہے، اُور قسم دوئم کا نظارہ برہم وِدیا گیانی کے کمال میں دِکھائی پڑتا ہے۔ ہمیں صرف دُوسری قسم سے مطلب ہے۔ کیونکہ گُورو آتم گیان کا راستہ بتلانے کو آئے ہیں۔ — دُنیاوی ترقی کا حال دُنیاداروں کو معلوم ہی ہے۔

اَب ترقی یا تنزل کا سبب بھی ضروری ہے۔ ترقی کی راہ گیان اُور تنزل کی راہ اگیان کی راہ صفاتِ ملکوتی ذریعہ مخلصی کا اُور صفات شیطانی باعث گرفتاری کا مانے گئے ہیں۔ گیتا (۵/۱۶)۔

جن اُوصاف سے اِنسان پرماتما کا گیان حاصل کر سکتا ہے، وُہی ترقی کی راہ ہے، اُور جن اعمال سے اِنسانیت سے گِر جاتا ہے، وُہی تنزل کی سڑک ہے۔ گُورو بانی میں پہلے کو گُن اُور دُوسرے کو اوگُن کے نام سے بیان کیا جاتا ہے۔

جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ خالق کی ہستی سے مُنکر ہیں۔ شہوت سے مغلوب ہو کر دُراچار کے مُرتکب ہوتے ہیں۔ فریب، غرُور اُور جوش کو کام میں لاتے ہیں۔ حظِ نفس کو زندگی کا ماحصل جان کر اسی میں مشغول رہتے ہیں۔ ناجائز طریقوں سے دَولت جمع کرتے ہیں، اُور جو موذی، بے رحم، بدخصلت، سنگدل لوگ، پندار، قوتِ جسمانی کے جوش خواہش اُور غصّہ۔ حسد کے بس میں ہو کر خُدا کی مخلُوق کو غیر سمجھ کر آزار پہنچاتے ہیں۔ یہ سب تنزل کی سڑک پر سوار ہیں۔ ایسے لوگ بارہا شیطانی نسل میں پیدا ہوتے، وصالِ ربانی سے محرُوم رہ کر پستی میں گرتے ہیں۔ گیتا (۲/۱۶)

گُورو فرماتے ہیں — پرہر لوبھ نند اکُوڑھ تیاگو۔ سچ گُرہ بچنی پھل پاہی جیؤ

جیؤں بھاوے تیؤں راکھو سوامی۔ جن نانک سبد سلاہی جیؤ

اے طالبانِ حق! طمع۔ نندا اُور جھوٹ کو تیاگ دو، اُور گُورو کے بچن کے مُطابق زندگی بسر کرتے ہُوئے جیون سپھل کرو!

آخر میں پرارتھنا کرتے ہیں۔ اے میرے مالک پرماتم دیو! مجھے اپنے قانُون کی تابعداری کی توفیق بخش! میں اپنے جیون کو تیری حمد و ثنا میں بسر کروں! قانونِ ازلی کی پُوری سمجھ اُور تابعداری ہی سپھل جیون کا گُر ہے۔

جیون تتو کی پراپتی کے لئے اوگُنوں (جن کی تفصیل اُوپر آ چکی ہے) کو چھوڑنا لازم ہے، اُور گُنوں کو سنگرہ کرنا چاہیئے۔ اوگُن کا انجام حسرت اُور ناکامی کے سوائے کچھ نہیں ہے۔ مالک کے لئے اِن اوگُنوں کو چھوڑ کر جو حالت باقی رہتی ہے۔ اُسی کو گُن کی پراپتی جاننا چاہیئے۔

پھر کہتے ہیں۔

گیان پدارتھ پائیے ترِبھون سوجھی ہوئے

نرمل نام نہ وِسیرے جے گُن کا گاہک ہوئے

جو صادق لوگ گنوں کے گاہک ہیں، وُہی نرمل اَنتہ کرن کے مالک ہیں۔ اُن کے دل میں ہر دم ہری نام کا نواس رہتا ہے۔ پرمارتھ رُوپ جو برھم گیان ہے، وہ انھیں سہج ہی ملتا ہے، اور وہ لوگ پرماتما میں ایک میک ہوئے تربھون کی سوجھ رکھتے ہیں۔ چونکہ پرماتما سربگ ہیں۔ اس لئے وہ لوگ بھی پرماتما سے ابھید ہوئے سربگتا کو پراپت ہوتے ہیں۔

سدگن، ست گورو کے پرساد سے ملتے ہیں!

حق کا خریدار سدگن خریدنے نکلتا ہے۔ "سدگن کی دکان کہاں ہے؟

کہنوں بنجیا کانسی تانبا۔ کہنوں لونگ سپاری | سنتوں بنجیا نام گوبند کا۔ ایسی کھیپ ہماری
گن وہون مایا مل دھاری | بن گن جنم ہوئے اہنکاری
سربر سرور گن پرگٹ کیئے | نانک گورو مکھ متھ تت کڈھیئے

ترجمہ:۔ سدگنوں سے خالی مایا مل سے ناپاک زندگی بسر کی۔ خودی کی لہر میں مدہوش جنم مرن کے چکر میں پڑ گئے۔ شریر رُوپ سمندر میں سدگن رُوپی رتن سرجن ہار نے پیدا کیئے ہیں۔ شری گورو کہتے ہیں۔ اس سمندر کو گورو کی سکھشا سے کر منتھن کیا، اور تتو رُوپ رتن حاصل کئے۔

گورو نانک

از۔ شری موہن مورتی جی

گورو نانک کتاب آسمانی لے کے آیا تھا
دیا اُپدیش اُلفت کا رفاقت کا صداقت کا
غریبوں بے نواؤں سے اُسے بیحد محبت تھی
سُنائی مستیٔ عرفاں میں مستِ محبت نے
دِلوں میں دردِ انسانی جگایا اُس کی اُلفت نے
بیاں اُس کا مٹا دیتا تھا تفریقیں مذاہب کی
جسے بیری نہیں آتی کبھی جو مٹ نہیں سکتی
جبیں پہ آشکارا تھے جمال و نُور کے جلوے
خمارِ بادۂ اُلفت سے وہ مخمور تھا ہر دم

پیمبر تھا پیمبر کی نشانی لے کے آیا تھا
صداقت کا پیامِ زندگانی لے کے آیا تھا
جگر کا سوز اشکوں کی روانی لے کے آیا تھا
خدا سے جو محبت کی کہانی لے کے آیا تھا
دلِ ہمدرد میں سوزِ نہانی لے کے آیا تھا
نئے انداز کی جادو بیانی لے کے آیا تھا
شبابِ جاوداں سے وہ جوانی لے کے آیا تھا
نگاہوں میں جلالِ غیر فانی لے کے آیا تھا
کہ دل میں بحرِ مستی کی روانی لے کے آیا تھا

رفاقت کا کیا پرچار نانک نے زمانے میں
رفاقت کی نویدِ کامرانی لے کے آیا تھا

تیرتھ یاترا

ایک گاؤں میں دھرم چند اور سنسار چند نامی دو۲ کسان رہتے تھے۔ سنسار چند مالدار تھا۔ مگر دھرم چند معمُولی کھاتا پیتا گرہستی تھا۔ مُدت سے اِن دونوں کا اِرادہ تیرتھ یاترا کا تھا۔ مگر موقعہ نہ مِلنے پر رُک رہتے تھے۔

سنسار چند بڑا حلیم الطبع مہذب اور ملنسار اِنسان تھا۔ اِس کے دو۲ لڑکے اور ایک پوتا تھا۔ ساٹھ سال کی عُمر ہونے آئی تھی۔ مگر داڑھی پر سیاہی چھا رہی تھی۔ سفیدی کی کہیں جھلک نظر نہ آتی تھی۔ دھرم چند خوش مزاج، رحمدِل اور پُورا دھرماتما تھا۔ اِس کے بھی دو۲ بیٹے تھے۔ جن میں ایک گھر پر تھا، اور دُوسرا باہر نوکری پر۔ گھر کا کام کاج دھرم چند نے اپنے پُتّر گیان چند کے حوالے کر دیا تھا۔ اور آپ زیادہ تر گھر میں بیٹھا رام بھجن اور ست سنگ میں مگن رہتا تھا۔

تیرتھ یاترا کی دونوں مِتّروں کے دِل میں مُدت سے لہر اُٹھ رہی تھی۔ ایک روز موقعہ پا کر دھرم چند نے مِتّر سنسار چند سے کہا۔ لو چودھری جی۔ اب تو پُتّر کے بیاہ سے نپٹ چُکے۔ ایک پوتے کا مُنہ بھی دیکھ لیا۔ چلو تیرتھ یاترا کر آویں۔

سنسار چند:۔ بھئی ذرا اور ٹھہر جاؤ۔ ہمارے دوسرے بھتیجے کا بھی گونا ہو آئے۔ اور اُس کا بھی بیٹا کھلا لوں، تو پھر اکٹھے ہی یاترا چلیں گے۔ دیکھو مَیں اس کی بہو کے لیئے ایک الگ کمرہ بنوا رہا ہُوں۔ میرا وِچار تھا کہ سو سوا سو میں کام بن جائے گا۔ مگر تین سو روپیہ کھپ کر بھی ابھی پُورا ہونے میں نہیں آیا۔ پرماتما کشل رکھیں۔ اگلے برس ضرُور چلیں گے۔

دھرم چند:۔ بھلا چودھری جی! دُنیا کے دھندے بھی کبھی ختم ہُوئے ہیں۔ جنہیں نپٹا کر جانے کا وِچار ہے۔ تو ایسے ہی ہوتے رہیں گے۔ ؎

دُنیا کے یہ جھمیلے ہرگز بھی کم نہ ہونگے		چرچے یونہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہونگے

اِس لیئے میری تو یہی رائے ہے، کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اِسی سال چلو۔ بہت اچھا موسم ہے۔ تُم تو اگلے سال کو کہتے ہو۔ یہاں کل کا بھروسہ نہیں۔ مثل مشہُور ہے۔ "کل کی بات کل کے ہاتھ۔ سو کام۔ بھج لے سو نام"۔

سنسار چند:۔ "یہ تو سب سچ ہے۔ پر گھر کس پر چھوڑ دُوں"۔

دھرم چند:۔ چودھری جی مرنے لگو گے، تو کس پر چھوڑو گے؟ پرماتما نے دو۲ کنور دیئے ہیں۔ بڑا لڑکا سب طرح ہوشیار ہے۔ اِس کے حوالے کر دو۔

سنسار چند۔ اجی اس کا کیا بھروسہ ہے۔

دھرم چند :- ایک دِن تو گھر اس کے بھروسے چھوڑنا پڑے گا۔ سو ابھی چھوڑ کر بے فکر ہو جاؤ، اور سُکھ سے باقی زندگی بسر کرو۔

سنسار چند :- ہاں کہتے تو ٹھیک ہو، مگر کبھی کام کے شروع کر دینے پر ہر انسان کو اس کے ختم کرنے کی خواہش لگی رہتی ہے۔

دھرم چند :- لیکن انسان سب کام کب ختم کر سکا ہے۔ کل ہی کا ذکر ہے، کئی بہوئیں کئی دِن سے ہولی کی تیاریاں کر رہی تھیں، ہولی سر پر آ پہنچی، مگر اُن کی تیاریاں ختم نہ ہوئیں، تو بڑی بہو بولی۔ رام جی نے یہ اچھا کیا ہے کہ تیوہار ہمارے بُلاوے کی بات دیکھے بنا ہی آ جاتے ہیں، اگر ایسا نہ ہو، تو ہم کبھی کسی تیوہار کی پوری تیاری کر کے اِسے بُلا ہی نہیں سکتے۔

سنسار چند :- ایک بات اور بھی ہے۔ ایک مکان پر بہت روپیہ خرچ ہو چکا۔ اس وقت روپیہ کی بھی تنگی ہے۔ تیرتھ یاترا کرنے جائیں، تو کم از کم سو روپیہ تو ساتھ لیں۔

دھرم چند :- آہا! پرماتما کی لیلا بھی وچتر ہے۔ جو جتنا مالدار ہے، اتنا ہی کنگال ہے۔ تم اور روپیہ کی چنتا کرو۔ ارے بھائی! جانے بھی دو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں۔ پر چلنے کی تیاری ہو گی۔ روپیہ بھیجنے والا آپ ہی بھیج دے گا۔ نسچے کر لو کہ چلنا کب ہے۔

سنسار چند :- بھئی! تمہیں تو ان دیکھے پر بڑا وشواس ہے۔ بھیجنے والا کہاں سے بھیجے گا۔ کیا چھپڑ پھاڑ کر دے گا۔

دھرم چند :- بھولے چودھری جی! دھن ہمارے پیچھے ہے۔ ہم دھن کے پیچھے نہیں ہیں۔ جب آدمی کوئی کام کرنے کی نیت کر لیتا ہے تو وہ کام روپیہ کے پیچھے نہیں اٹکتا۔ اُسے اپنی شکتی پر بھروسہ ہونا چاہیئے۔ روپیہ آپ ہی کھچا چلا آتا ہے۔ سُنو! کچھ گھر سے لیں گے، کچھ مال بیچیں گے۔ لالہ ملکھی چند چوکھٹیں لینا چاہتے ہیں۔ اور کچھ نہ ہو گا تو ادنے پونے انہیں ہی لگا دیں گے۔

سنسار چند :- کیوں ادنے پونے دینے پر لالچ نہیں آئے گا۔ پچھتاؤ گے نہیں؟

دھرم چند :- پچھتانا کاہے کا اپنا مال ہے، جتنے کو چاہا دے دیا۔ میں تو بُرا کام کرنے کے سوا اور کسی بات پر نہیں پچھتاتا، اور لالچ کیسا۔ کیا اپنی آتما کی شُدھی سے زیادہ بھی اور کوئی لابھ ہو سکتا ہے۔ جس کا لالچ کر کے اُسے چھوڑ دیں۔

سنسار چند :- یہ تو سب سچ ہے۔ پر گرہست کے کام کاج کو بسارنا بھی تو مناسب نہیں۔

دھرم چند :- بھائی گرہست بہت بھوگ چکے۔ اب تو جن کا گرہست ہے انہی کا ہے۔ ہمارا تمہارا اب کیا ہے۔ اب تو ہمیں تمہیں اپنی آتما کا سُدھار کرنا چاہیئے۔ اُس کی اُنتی کی فکر کرنی چاہیئے، جو سنکلپ کر چکے ہو، اُسے پورا کرنا ہی اچھا ہے۔

غرضیکہ دھرم چند نے سنسار چند کو سب اُونچ نیچ اور گیان دھرم کی باتیں سکھلا کر تیرتھ یاترا کے لیئے تیار کر لیا۔ اور چار پانچ روز بعد سنسار چند گھر چھوڑتے ہُوئے آنکھیں ڈبڈبائے کلیجہ سنبھالے دِل پکڑے اُپنے پُتر کو یُوں سمجھانے لگے۔ کہ مکان کی چھت ایسی ڈلواتا، بھُوسہ کھلیان سے اِس طرح الگ کر کے جمع کروانا۔ منڈی میں جا کر اناج یُوں بیچنا، اور جو رو پیہ پیسہ ملے سنبھال کر رکھنا، فضول مت کھونا، چور چکار سے بچانا، گھر کا بندوبست ایسا کرنا کہ کوئی نقصان نہ ہو، غرضیکہ اگر دھرم چند کا تقاضا نہ ہوتا تو شاید پتا کا پُتر کو یہ اُپدیش کبھی ختم ہونے کو نہ آتا۔ اس کے خلاف دھرم چند نے اپنے پُتر گیان چند کو آشیرباد دے کر کہا۔ بیٹا! تم خود ہوشیار ہو۔ جیسا مناسب سمجھا کرنا۔ مَیں تمہیں زیادہ کیا بتلاؤں۔ اِس طرح دھرم چند تو اپنے گھر سے ہنستے ہُوئے اور خوش خوش اور سنسار چند روتے اور مُنہ بسورتے ہُوئے روانہ ہُوئے۔ دھرم چند راستے میں بھجن گاتے اور مہاتماؤں کی بانی سُناتے جاتے تھے۔ اور دُوسرے مُسافروں کو بھی دھرم کا اُپدیش دیتے تھے۔ برخلاف اس کے سنسار چند کو اپنے گھر کا دھیان ہی گھیرے رہتا تھا۔ اور وہ جب انہیں موقعہ مِلتا تھا۔ اپنی یہی رام کہانی چھیڑ بیٹھتے تھے کہ لڑکا ناتجربہ کار ہے۔ ایشور جانے گھر کیسے سنبھالے گا، کوئی نُقصان نہ کر دے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کبھی کبھی تو انہیں گھر کا فکر ایسا آ دیاتا تھا۔ کہ حضرت واپسی پر تیار ہو جاتے تھے۔ لیکن دھرم چند پھر انہیں سمجھا کر آگے دھکیلتا تھا۔

غرضیکہ اسی طرح چلتے چلتے ایک مہینہ گذر گیا اور وہ پہاڑی علاقہ میں پہنچ گئے۔ اب تک وہ بازار سے آٹا، دال اور دیگر ضروری چیزیں خرید کر گذارہ کرتے تھے۔ مگر پہاڑی بالطبع مہمان نواز ہوتے ہیں۔ جس کے باعث انہیں اب زیادہ فکر سے نجات ہو گئی۔ مگر چند روز بعد ہی وہ ایسے علاقہ میں پہنچے، جہاں سخت قحط تھا، اور خوراک کا سامان بمشکل میسّر آتا تھا۔ جس کے باعث اُنہیں کبھی کبھی برت بھی کرنا پڑتا تھا۔ اِس لیئے وہ اپنی جھولی میں کئی کئی دِن کا سامان رکھ لیتے تھے۔

ایک روز وہ ایک جھونپڑی کے پاس سے گذرے تو دھرم چند نے سنسار چند سے کہا۔ "بھائی تم چلو مجھے پیاس لگی ہے۔ مَیں اِس جھونپڑی سے پانی پی کر ابھی تم سے آملتا ہُوں۔

دھرم چند جھونپڑی کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہے، کہ دُھوپ میں ایک ننگا آدمی پڑا ہے۔ دھرم چند نے اُس سے پانی مانگا۔ مگر اُس نے کوئی جواب نہ دیا، اور بُرا سا مُنہ بنا کر رہ گیا۔ دھرم چند اس کی شکل صُورت سے اُسے کوئی مریض سمجھ کر جھونپڑی کے دروازے پر آیا۔ اندر اس نے ایک بُڑھیا کو ننگے سر صرف ایک پھٹی سی چادر اوڑھے دیکھا۔ پاس ہی ایک بالک روٹی کے لِیئے بِلک رہا تھا۔ اور چُولھے کے پاس ایک اِستری پڑی ہُوئی تڑپ رہی تھی۔ جس کی آنکھیں بند اور گلا رُکا ہُوا تھا۔

بُڑھیا نے دھرم چند کو دروازہ میں کھڑا دیکھ کر حسرت بھری آواز سے کہا۔ "بابا! تُم کون ہو؟ کیا مانگتے ہو؟ ہمارے پاس دھرا ہی کیا ہے۔ جو کسی کو دیں"۔

دھرم چند:۔ مائی جی! پیاس لگی ہے۔ صرف تھوڑا سا پانی مانگتا ہُوں۔

بڑھیا :- بابا یہاں نہ تو برتن ہے، نہ کوئی پانی لانے والا۔ جاؤ اپنی راہ لو۔ ہم دُکھیاروں کو مت ستاؤ۔

دھرم چند :- یہ استری کیوں تڑپتی ہے۔ کیا تم میں سے کوئی اس کی ٹہل سیوا نہیں کر سکتا۔

بڑھیا :- کون کس کی ٹہل کرے۔ سب بھوکے مر رہے ہیں۔ باہر میرا لال بھوکا مر رہا ہے۔ اندر ہم تڑپ رہے ہیں۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ باہر سے وہ آدمی گرتے پڑتے آ کر لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں کہنے لگا۔ بابا! کال اور روگ دونوں نے ہمیں مار ڈالا۔ یہ بالک کئی دن سے بھوکا ہے۔ کیا کروں، کہاں سے لا کر اسے روٹی کھلاؤں۔———— یہ دکھ بھری داستان سُن کر دھرم چند نے فوراً اپنے جھولے میں سے سب روٹیاں جو اُس کے پاس تھیں نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیں اور پریم سے کہنے لگا۔ لو ابھی تو انہیں کھاؤ۔ تھوڑی دیر میں اور بندوبست ہو جائے گا۔

بڑھیا نے آشیرباد دے کر کہا۔ رام تمہارا بھلا کرے۔ سب کے گلے پانی بغیر سوکھے ہیں۔ پاس ہی کنواں ہے۔ تھوڑا سا پانی بھی لا دو۔

دھرم چند بڑھیا سے کنوئیں کا پتہ دریافت کر کے اور اُن کا گھڑا اُٹھا کر چلا۔ لوٹا ڈوری اُس کی جھولی میں موجود ہی تھا۔ پانی بھر کر کچھ آپ پیا، اور گھڑا بھر کر اُن کے لئے لے گیا۔ پھر گاؤں سے دال چاول لا کر اُس نے کھچڑی بنائی اور اُس عورت کو جو تڑپ رہی تھی کھلائی، اور جب سب کو ہوش آیا، تو اُن سے حال پوچھنے لگا۔

مرد نے کہا۔ باباجی! کیا بتاؤں۔ نردھن تو ہم پہلے ہی سے تھے۔ رہے سہے کال نے مار ڈالے۔ بعد میں ڈھور ڈنگر مر گئے۔ پہلے تو پڑوسی اُدھار دیتے رہے۔ پر وہ بیچارے بھی کب تک دیتے۔ لاچار ہو کر مزدوری کو نکلا۔ دو چار روز سب کا پیٹ پالا۔ بیماری نے دبا لیا۔ بڑھیا بالک کو لے کر بھیک مانگنے لگی۔ پر جو آپ ہی بھوکے ہوں۔ وہ کسی کو بھیک کیا دیں۔ لاچار برتن بھانڈے بیچ کر گذر کیا۔ مگر کب تک آخر کار کچھ بھی نہ رہا، اور اب ہم سب موت کی راہ دیکھ رہے تھے، کہ آپ نے آکر بچا یا۔

ان کی غم بھری کتھا سُن کر دھرم چند کو بہت دَیا آئی، اور اُس نے سوچا کہ ساتھی سنے کل مل لیں گے۔ پہلے اُن کی مُصیبت دُور کرنی چاہیئے۔ اس لئے وہ وہاں ہی ٹھہر گیا۔ مگر اگلے روز بھی اس کا جی جانے کو نہ چاہا۔ اور اُن کی ٹہل سیوا کرنے لگا۔ گاؤں سے کھانے پینے کا سامان لے آیا۔ تین چار دن بعد جب سب چلنے پھرنے لگے، تو اس نے اُن کو کچھ روپیہ نقد دے کر وہاں سے وداع ہُوا۔ اور اس طرح اُس نے اپنی تیرتھ یاترا کو سپھل کیا۔

اگلے سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر 5 دسمبر 1976 سے پیشتر بھیجنے کی کرپا کریں۔

ہے بندے کی خدمت، خدا کی عبادت

(از۔ کوسی لوک ناتھ دہلی)

دوا لا کے دو کسی بیمار کو
نئی سانس دو کسی لاچار کو
بناؤ کبھی ساز کے تار کو
کوئی کام دلواؤ بے کار کو
ہے بندے کی خدمت خدا کی عبادت

کوئی بھوکا مل جائے اسکو کھلاؤ
کسی پیاسے کی پیاس جاکر بجھاؤ
کسی روتے کو ہو سکے تو ہنساؤ
بجھا ہو دیا جس کے گھر کا جلاؤ
ہے بندے کی خدمت خدا کی عبادت

کسی کا پھٹا کرتہ ہو تو سلا دو
جسے چاہیئے جوتا اُس کو دلا دو
کسی بچے کی فیس دے کر پڑھا دو
کتابیں نہ ہوں پاس جسکے منگا دو
ہے بندے کی خدمت خدا کی عبادت

کسی کی ہو بیٹی بیاہ تم رچاؤ
جو ہو خرچ اُس پر گرہ سے لگاؤ
کوئی بچہ لاوارث ہو تو اُٹھاؤ
اُسے پالو، پوسو، پڑھاؤ، لکھاؤ
ہے بندے کی خدمت خدا کی عبادت

کوئی در پہ آئے تو خالی نہ جائے
اگر کچھ نہ پائے تو، گالی نہ پائے
کسی گرنے والے کو گر تو اُٹھائے
تیرے دل کا پودا سدا لہلہائے
ہے بندے کی خدمت، خدا کی عبادت

رسالہ اُوم دِلّی کے

سالنامہ بھگتی انک ۱۹۷۷ء

کا

تعارف

ہندو دھرم شاستروں میں فلاسفی کے چھ درشن مشہور ہیں:- (۱) ویشیشک درشن (۲) نیائے درشن (۳) سانکھیہ درشن (۴) یوگ درشن (۵) پُورب میمانسا درشن اور (۶) اُتر میمانسا یا ویدانت درشن ——— پراتہ سمرنیہ ہمارے سناتن رشیوں:- مہرشی کناد، مہرشی گوتم، مہرشی کپل، مہرشی پتنجلی، مہرشی جیمنی اور مہرشی ویاس۔ ان چھ رشیوں نے آتما اور اناتما کے متعلق اپنے اپنے خیالات کو ان شاستروں کے رُوپ میں مرتب کیا ہے، اور ان سب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں ہر ایک بات یا اصول یا دلیل کو کم سے کم الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کی نظیر اور کہیں دیکھنے میں نہیں آتی۔

آریہ ورت دھرم بھومی ہے۔ اس متبرک مُلک میں ہمیشہ دھرم ہی پردھان رہا ہے۔ ہمارے پُرانے رشی مُنی جنگلوں میں کٹیا بنا کر رہتے تھے، اور وہاں فلسفے اور دھرم کے مضامین سوچا کرتے تھے یہی ہماری یُونیورسٹیاں تھیں۔ رشیوں کے دماغوں سے اتنے اعلےٰ وچار نکلے ہیں کہ آج ان کے مطالعہ سے مغربی فلاسفر حیران ہو رہے ہیں۔ مندرجہ بالا چھ شاستر گو ظاہرا طور پر الگ الگ بات کہتے ہیں لیکن ان سب نے ویدوں کو ہی اپنا آدھار مانا ہے۔

اگر یہ شاستر نہ ہوتے، تو آج ہندو دھرم کا نام و نشان مِٹ جاتا۔ ان تمام درشنوں کا لُب لُباب عام فہم۔ مسلسل اور مختصر پیرائے میں دیا گیا ہے۔ کام کی باتیں لے لی گئی ہیں، اور زیادہ تفصیل و طوالت سے پرہیز کیا ہے۔ یہ چھ شاستر علمی دُنیا کے خزانے ہیں۔

جیسے ان چھ شاستروں نے عقلی دُنیا کو اپنے بے بہا جواہرات سے مالا مال کیا ہے، ویسے ہی بھگتی مارگ پر چلنے والے دیگر رشیوں نے بھی کمال کیا ہے۔ مہرشی وید ویاس جی نے برہم سُوتر اور اٹھارہ پُران رچے ہیں۔ جن میں شریمد بھاگوت پُران سب سے اُتم مانا گیا ہے۔ ایسے ہی مہرشی بالمیک جی نے رامائن کو سنسکرت کے شلوکوں میں لکھا ہے۔ جس سے بھگوان رام کی بھگتی کے ساتھ ساتھ گرہست آشرم کے

دھرموں کی بھی واقفیت ہوتی ہے، اور انسان صحیح معنوں میں انسان بنتا ہے۔ بالمیکی رامائن کے آدھار پر سنت تلسی داس جی مہاراج نے رام چرت مانس (جو کہ تلسی رامائن کے نام سے مشہور ہے) ہندی دوہے اور چوپائیوں میں لکھ کر اور بھگوان رام کو وشنو اوتار ثابت کر کے ایشور بھکتی کا ایسا ادبھت گرنتھ تیار کیا ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

ہمارے ہاں ایک اور بے نظیر پستک ہے۔ جس کو عام لوگ نہیں جانتے۔ وہ ہے مہرشی نارد کے بنائے ہوئے "بھکتی سوتر" یہ پستک نارد بھکتی سوتر کے نام سے منسوب کی جاتی ہے۔ اور یہ صرف سنسکرت میں چھپی ہے۔ اردو دان اصحاب کے لئے ہم اصل سنسکرت سوتر بمعہ اردو ترجمہ رسالہ 'اوم' کے "بھگتی انک" ۱۹۷۷ء میں شائع کر رہے ہیں۔

نارد رشی کی ہستی روائیتی دنیا کا ایک عجیب معمہ ہے۔ آپ تقریباً ہر ایک لوک اور ہر ایک یُگ میں موجود پائے جاتے ہیں۔ وید، سمرتی، سنگھتا، جیوتش اور سنگیت وغیرہ سب شاستروں میں آپ دیکھ پڑتے ہیں ساکھشات بھگوان وشنو، شو آدی سے لے کر گندھرو، منشوں تک آپ کا سنمان آدر کرتے ہیں۔

نارد بھکتی سوتروں میں بھگوان کرشن کی اننیہ بھگتا گوپیوں کا بھی ذکر آتا ہے۔ ان میں مہرشی شانڈلیہ، گرگ اور وید ویاس، شکدیو، بلی اور ہنومان وغیرہ کے حوالہ جات بھی پائے جاتے ہیں۔ ان سوتروں میں جو راز کھولے گئے ہیں، وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ یہ بھی دوسرے درشنوں کی طرح ایک اعلےٰ رتبہ رکھتے ہیں۔ گویا ان کو بھکتی درشن ہی کہنا واجب ہے۔ بھکتی مارگ پر چلنے والوں کے لئے یہ درشن انمولیہ ہے اور دُرلبھ رتنوں کا بھنڈار ہے۔ جو لوگ کیول گیان اور مکتی کو ہی زندگی کی انتہائی نعمتیں خیال کر رہے ہیں۔ وہ ان بھکتی سوتروں کو پڑھ کر محسوس کریں گے کہ گیان کے مقابلہ میں بھکتی کتنی آسان اور جیون یاترا کو سپھل کرنے کے لئے کس قدر مفید ہے۔

یہ یاد رہے کہ شاستروں کے مطابق شبھ کرم یعنی یگیہ، دان اور تپ کرنے سے اور سب کو ایشور روپ سمجھنے اور من، بچن اور کرم سے سب جیو جنتوؤں کی سیوا کرنے سے اور سنت تلسی داس جی کے ارشاد مطابق ؎

سیا رام مئے سب جگ جانی
کروں پرنام جور جگ پانی!

سب کو پرماتما (رام اور سیتا) سمجھ کر اور دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کرنے سے ہی بھکتی روپی رتن میسر ہو سکتا ہے محض کتھنی گیان سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ویراگ اور گیان دراصل بھکتی روپی ماتا کے پتر ہیں، اور یہ بھکتی کے بغیر مردہ سے ہو گئے ہیں۔ ان کو بھگتی روپی (ماتا) کا دودھ یعنی امرت پلا کر زندہ کرو، اور زندگی کو سپھل بناؤ۔

نارد بھکتی سوتروں کے علاوہ شری کاشی رام جی چاولہ جن کی آیو تقریباً نوّے سال ہے۔ جو

گرہست آشرم میں رہتے ہوئے پورن کرم یوگی ہیں۔ جنہوں نے قوم اور دیش کے اخلاق کو سدھارنے کے لئے انیک پستکوں کا نرمان کیا ہے، جو یگیہ، دان اور تپ نیز کرم، اُپاسنا اور گیان تینوں کو ہی اپنی زندگی کا آدھار سمجھے ہوئے ہیں۔ جن کو کتھنی گیان کی بجائے ایشور بھگتی میں زیادہ وشواس ہے۔ ایسے جہاندیدہ بزرگ کے پانچ چھ مضامین اس بھگتی انک کی شوبھا کو بڑھانے والے ہیں۔ بھگتی مارگ پر گامزن ہونے والے سجنوں کے لئے شری چاولہ صاحب کے تمام مضامین بہت ہی لابھ دایک ثابت ہوں گے۔ شری چاولہ صاحب کے مضامین حسب ذیل شائع ہو رہے ہیں:۔

(۱) بھگتی، بھاگت اور بھگوان (۲) ایشور وشواس (۳) رامائین میں بھگت اور بھگتی کا مہتو (۵) مسلمان ہری بھگت۔ ان مضامین کے علاوہ جو مضمون اس سپیشل نمبر کی زینت بنیں گے۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔ تیرے حُسن کے جلوے (نظم) کوتسی لوکر ناتھ جی دِل ❊ گفتگوئے (راز و نیاز۔ پنڈت رام لال جی سالک ❊ انکشاف حقیقت (نظم)، پنڈت رام لال جی سالک ❊ آرہا ہے کچھ روش میں عاشقانہ بانکپن۔ پنڈت نریندر ناتھ جی دولت دین (قطعات) شری شوکت علی شوکت ❊ مہاتما ولی رام جی۔ از ایڈیٹر ❊ مجبوریاں (نظم)، پنڈت نریندر ناتھ جی ہم ان عشق کے ماتے (نظم، مہاتما ولی رام جی ❊ تلاش حق (نظم) شری سوامی پری پورنا نند جی ❊ بھگوان کے پیارے۔ از پروفیسر ہری چند جی خوشدل ایم اے ❊ فرمان الاولیا۔ از حکیم رمیل داس جی مضطر ❊ اری بلبل (نظم) از شری سوامی پری پورنا نند جی ❊ آئینہ معرفت (منظوم) حضرت سیف صاحب ❊ ذات لا انتہا میں داخل ہونا از مہاتما جبتر ابلین ❊ ذات ہی ذات ہوں میں (نظم) مہاتما شہنشاہ جی مہاراج ❊ امرت کا چشمہ گھٹ اندر ہے۔ از سنت نارائن سنگھ جی ❊ دھیان یوگ۔ از شری سوامی شوانند جی ❊ سگن اور نرگن برہم۔ سنت ہری سنگھ جی ❊ پربھو درشن۔ از شری سوامی شاشوت آنند جی ❊ خداوند یسوع مسیح۔ از قلم پروفیسر ہیرا لال ❊ کبیر صاحب از شری پرکاش انوراگی ❊ مہاویر بھگوان۔ از شری دگمبر داس جی جین ❊ نابھاجی، روی داس جی، جیتو بھگت ہری بیاس دلوچی۔ دغیرہ .... انیک بھگتوں کی کتھائیں درج ہو رہی ہیں ❊ بھگتی اور بھگت از قلم شری لکھمی چند گردور ❊ شمس العلماء مولنا شبلی نعمانی۔ مسلمان ہری بھگت رس کھانی، یاری صاحب فرحت صاحب، عادل صاحب، بازند صاحب، دریا صاحب، نظیر صاحب، تاج بیگم، بھگت ہریا از قلم شری رام بخش جی تلونی۔ سُمرن از قلم پنڈت نریندر ناتھ جی شرما۔ شری گورو ارجن دیو جی مہاراج از قلم شری اُلفت امین آبادی ❊ اپنا کب اپنا ہوتا ہے (نظم) از شری اُلفت جی ❊ راجکماری سکھیا از قلم پنڈت جگن ناتھ جی پربھاکر ❊ دھیان یوگ از قلم شری سوامی شوانند جی سرسوتی ❊ ست پرش گورو نانک دیو جی از قلم سنت نرائن سنگھ جی ❊ پاتنجلی یوگ شاستر مترجم منشی سورج نرائن مہر ❊ جوگ ساگر از قلم حضرت غلام جیلانی صاحب ❊ بدری مہاراج کا اُپدیش از شری گوپال داس بھاٹیہ ❊ ستیہ کی کھوج از شری اشرفی لال جی ❊ اپنے آپ کو جانو از مہرشی اروند وگھوش ❊ تیرا سائیں تجھ ہی میں از پروفیسر پریانند ایم۔ اے ❊

ویدانت وگیان از شری سوامی وگیانانند جی ※ اَوتار فلاسفی از قلم یوگیشوری ودّیاوتی جی موہن ※
ذات لاانتہا میں داخل ہونا از مہاتما جیمز ایلن ※

نظمیں جو بھگتی انک میں چھپ رہی ہیں

صدائے سالک از پنڈت رام لال جی سالک

لے کر یہ تمنّا آیا ہوں ساقی تیرے میخانے میں
وہ جام دے جس سے فرق مٹے اپنے میں اور بیگانے میں

بُلبُل:۔ از قلم شری سوامی پریا پُورنانند جی مہاراج۔

اری بُلبُل تو اِس گلشن میں کیوں دِل کو لگا بیٹھی
نہ گُل اپنا نہ باغ اپنا تو کیوں دعوےٰ جما بیٹھی

آئینۂ معرفت از حضرت سیف صاحب مولوی

ہر بستی میں ہر ہستی میں ہر کا یا میں ہر رنگ میں ہو!
تم شجر میں ہو تم بشر میں ہو تم شرر میں ہو تم سنگ میں ہو

سنتوکھ از رائے صاحب مُلکھراج جی چڈھا

بنا سنتوکھ کے کوئی ہُوا دھنوان تو کیا ہے
نہیں رچ رُوپ کو جانا تجا ابھیمان تو کیا ہے

پربھو درشن از شری ۱۰۸ سوامی شاشوت آنند جی مہاراج

پربھو پیار }
رام سمرن } از قلم کوی کرشن چندر روی

نیتی شتک - بھرتری ہری - منظوم ترجمہ شری ساحر سُناتمی صاحب۔

نظم - از قلم پنڈت نریندر ناتھ جی ۔ اب پریشاں حال پہ کچھ لطف فرمائی بھی ہو۔

(۱) بوجہ عدم گنجائش ہم دیگر مضامین کی فہرست اس پرچہ میں شائع کرنے سے قاصر ہیں، لیکن ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ "بھگتی انک" ایک نایاب تحفہ ہوگا۔ ہر دھرم پریمی اور آتم جگیاسو کے لئے بے حد مفید ہوگا۔ (۲) ابھی ہم مضامین کو نہ ہی ترتیب دے سکے ہیں اور نہ ہی صحیح معنوں میں ان کا انتخاب ہی کر سکے ہیں۔ مضامین بھیجنے والے تمام اصحاب کا ہم ہاردک دھنیہ واد کرتے ہیں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے ان کو قلمبند کیا۔ جو مضامین بوجہ عدم گنجائش اس سالنامہ میں چھپ نہ سکیں گے، اُن کو اگلے ماہوار پرچوں میں شائع کیا جاوے گا ※

(ایڈیٹر)

غرور

شری کانشی رام جی چاولہ

انکساری چھوڑ کر جس نے کیا کچھ بھی غرور
ایک دن گر جائے گا وہ سب کی نظروں سے ضرور

۱۔ غرور اور رذیل پن علیحدہ علیحدہ برائیاں دکھائی دیتی ہیں لیکن یہ ساتھ ساتھ چلتی ہیں گھمنڈی آدمی ذلیل اور رذیل ہوتا ہے۔

۲۔ غرور سے عقل کا ناش ہوتا ہے۔ اس سے لاپرواہی بڑھتی ہے۔

۳۔ خودستائی اور خودنمائی سے بچنا بڑے بہادروں کا کام ہے جس نے اس برائی سے نجات پالی ہے وہ موکش کے دروازے کے نزدیک پہنچ رہا ہے۔

۴۔ انسان کی ہستی ایک ذرے سے بھی چھوٹی ہے۔ لیکن اپنے گھمنڈ میں وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ کر ٹھوکریں کھاتا ہے۔

۵۔ مغرور اور بے وقوف آدمی ایک ہی چیز ہوتے ہیں۔ ان میں فرق نہ سمجھنا چاہیئے۔

۶۔ جس طاقت، دولت، رتبے یا دیگر بزرگی کا انسان غرور کرتا ہے۔ اسے پتہ نہیں کہ وہ اگلے دن اس کے پاس رہتی بھی ہے یا نہیں۔ کتنا جھوٹا غرور ہے۔

۷۔ جس انسان کے دل میں غرور پیدا ہو گیا۔ اس کی گراوٹ شروع ہو گئی اور وہ تباہی کی سڑک پر پڑ گیا۔

۸۔ جس آدمی کے من میں اپنے آپ کو بڑا یا اچھا جاننے یا کہلانے کا اور دوسروں کو چھوٹا اور حقیر جاننے کا خبط سما گیا ہے۔ وہ خوشی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ مغرور اور گھمنڈی انسان سے خوشی کوسوں دور بھاگتی ہے۔

۹۔ عقل کی آنکھ میں غرور کا تنکا نہ پڑنے دو۔ ورنہ سچائی کا پہاڑ آنکھ سے اوجھل ہو جائے گا۔

۱۰۔ جس طرح آندھی درختوں کو اکھیڑ دیتی ہے یا جس طرح بھونچال شہروں کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔ اسی طرح غرور باقی تمام صفات کو ختم کر دیتا ہے۔

۱۱۔ جو انسان کام کرودھ اور اہنکار کو دور کر رہا ہے۔ وہ ترقی کے زینہ پر چھلانگیں مار کر چڑھ رہا ہے اور منزل پر پہنچنے میں اسے دیر نہ لگے گی۔

۱۲۔ جو انسان اپنی بڑائی اور گھمنڈ کو جیت سکتا ہے۔ وہ اپنے سارے عیب دور کر سکتا ہے۔

مہاتماؤں کے بچن

شری ناتومل جی اگروال

۱۔ اچھی سنگت کا پھل بُری سنگت میں ایک منٹ بیٹھنے سے چلا جاتا ہے۔ کیونکہ بُری سنگت میں جاتے ہی پہلے بُرے خیالات جاگ پڑتے ہیں۔ اس لئے ہرگز بُری سنگت میں نہ بیٹھنا چاہیئے۔

۲۔ بھگوان کا بھجن پوشیدہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ مان بڑائی میں کافور کی مانند اُڑ جاتا ہے۔

۳۔ بھگوان کا بھجن اُمرت سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ پر وُہ اِنسان ہی اِس بات کو جانتا ہے۔ جو بھگوان کا بھجن کرتا ہے۔ جب تک بھگوان کے بھجن کا آنند اِنسان کو نہیں ملتا۔ وُہ اِدھر اُدھر خاک چاٹتا پھرتا ہے۔

۴۔ ہر وقت بھگوان کا سمرن اُور بھجن کرنے سے اِنسان کی بُدھی نرمل ہو جاتی ہے اور پاپوں کا ناش ہو جاتا ہے۔ جب اِنسان پرماتما کی بھگتی میں لگ جاتا ہے، تو پھر بھوگوں اور خواہشات کا ملیا میٹ ہو جاتا ہے۔ اور کام کرودھ، لوبھ، موہ، اہنکار۔ تمام دُشمنوں کا ناش ہو جاتا ہے۔

۵۔ جو آدمی پرماتما کی صفات کو اچھی طرح سمجھ کر اس سے پریم کرتے ہیں، اور ہر وقت پرماتما کا دھیان کرتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی سُست اور کاہل نہیں ہوتے۔

۶۔ یہ دُنیا دُکھ رُوپ ہے۔ اس میں عذاب ہر جگہ موجود ہیں، اور خالص خوشی عنقا ہے۔ جس کے پاس دولت ہے۔ وُہ جسمانی مریض ہے، جو صاحب اولاد ہے، وہ اولاد کی حالت سے نالاں ہے۔ غرضیکہ اگر ایک قسم کا سُکھ ہے، تو دُوسری قسم کا دُکھ ہے۔ جو اس سُکھ کو باطل بنا دیتا ہے۔ اس دُنیا میں سُکھ کی تلاش کرنا خرگوش کے سینگ تلاش کرنے کے مصداق ہے۔ پیارے سُکھ صرف ان کو ہے۔ جو دُوسروں کو سُکھ دیتے ہیں۔ اور اپنا فرض ادا کرتے ہوئے دُنیا کے غُلام نہیں بنتے ہیں۔

۷۔ تن خدمت کرنے سے، دولت دان سے، مَن پرماتما کے بھجن کرنے سے پوتر ہوتے ہیں۔ زندگی چند روزہ ہے۔ کُوچ سے پہلے کوئی نیکی کا کام کرتے جانا چاہیئے۔

۸۔ خواہش نرک ہے۔ جس میں گوناگون تکالیف کا ہجوم ہے۔ خواہش کو چھوڑو، اور بہشت کا حقیقی لُطف اُٹھاؤ۔

۹۔ آپ اپنے آپ کو سُورج کی مانند بناؤ۔ جو خود اپنے لئے اور غیروں کے لئے روشنی کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

۱۰۔ روزگار کا فکر تو ہر انسان کا فرض ہے۔ مگر اس میں اس قدر مصروف نہ ہو کہ اپنے مالک حقیقی کو بھی بُھول جاؤ۔

۱۱۔ یوگ سے گھر بار کا چھوڑنا مُراد نہیں ہے۔ بلکہ نیکی اور سچائی کو اپنے اندر داخل کرنا اور بدی اور جھوٹ کو اندر سے نکالنے کا نام یوگ ہے۔

۱۲۔ کُتا تو اپنے مالک کی روٹی کھا کر اس کا حکم مانتا ہے۔ مگر انسان پرماتما کی دی ہوئی روٹی کھا کر اپنے مَن کا ہی غُلام رہتا ہے۔

۱۳۔ جو لوگ پرماتما کو حاضر ناظر جانتے ہیں، اور اس کا خوف کھاتے ہیں۔ اُن کو عزت اور کامیابی ملتی ہے۔

۱۴۔ مُصیبت کے وقت صبر و شکر اختیار کو، اور پرماتما کے گُن گا۔ تاکہ اِس اِمتحان سے نِکل جائے۔

بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی

شری لچھمن داس جی آہوجہ

زِندگی ایک سفر ہے۔ منزلِ مقصُود بہت دُور ہے، مذاہب نے منزلِ مقصُود کا نام مُکتی، نروان، بہشت، سُورگ بتلایا ہے۔ اس منزل تک پہنچنے کا ذریعہ نیک افعال اُور یادِ خُدا ہے۔ یہ ذریعہ صرف اِنسان کو ہی مُیسّر ہے۔ کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے۔ ذی ہوش ہے، ذی ناطق ہے۔ اِس ہی جامہ میں خُدا کی یاد ممکن ہے۔

ہر ایک اِنسان کو یہ موقع مِلا ہے کہ وہ منزلِ مقصُود تک پہنچے، اُور پہنچنے کی کوشش کرے۔ یہ موقع ایک ہی دفعہ مِلتا ہے۔

جن اِنسانوں نے اِس انتہائی مقصد کو زیرِ غور رکھا ہے، وہ یادِ خُدا سے غافل نہیں ہوتے، اُور اُن کے افعال ہمیشہ نیک ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ "مکمل" اِنسان بننے میں کوشاں رہتے ہیں۔ مکمّل اِنسان ہو جانے پر وہ "جیون مُکت" کہلاتے ہیں۔ دُوران زِندگی میں وہ ہر بنی نوع اِنسان کو مکمّل بننے میں مدد دیتے رہتے ہیں، اُور بعد از مرگ وہ اِسی مطلب کے لئے پھر دُنیا میں وارد ہوتے ہیں۔

دیکھا جاتا ہے کہ فی زمانہ بہت سے اَیسے لوگ جو مکمل اِنسان کہلاتے ہیں یا کہے جاتے ہیں۔ گُنہگاروں سے سخت متنفر ہوتے ہیں۔ اُن کو رُوحانی ترقی میں مدد دینے سے گُریز کرتے ہیں۔ جو لوگ ذاتی کوشش سے مشاہراہ پر نہیں چل سکتے۔ اُن کو راستہ دِکھاتے میں دُنیوی عیش و عشرت سے بیزار ہوتے میں حمد نہیں ہوتے۔ اُن کے دِلوں میں معرفت کی شمع نہیں جلاتے، اُور ویراگ و تیاگ کی اگنی نہیں جلاتے۔ لیکن اَیسی برگزیدہ اُور خُدا رسیدہ ہستیاں ہوتی ہیں، جن کے دِلوں میں بنی نوع اِنسان کے لئے ہمدردی کا سُمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ جنہوں نے مکمّل ہو جانے پر دُوسروں کو مکمل ہونے میں مدد دی، بلکہ مکمل بنا دِیا۔ ولی مادر زادوں نے تو اپنی زِندگی کا مقصد عظیم ہی یہی بتایا۔ اِنہوں نے اپنی زِندگی میں یہ دِکھا دِیا، کہ اُن کے لئے گرمی، سردی، بھُوک، افلاس، رنج و غم، دُکھ سُکھ کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ گویا اُنہوں نے دُوسروں کی رُوحانی بہبودی کے لئے یہ جامہ اختیار کیا ہے۔

نیک کو نیک تر بنانا آسان ہے۔ مگر بد کو نیک بنانا مُشکل ہے۔ گُناہوں کی دَلدل میں پھنسے ہُوئے کو نکالنا کارِ عظیم اُور کارِ ثواب ہے۔ آنکھوں والوں کو راستہ بتانا سہل ہے۔ مگر نابینا کو منزل پر پہنچانا کٹھن ہے۔ معمُولی بیمار کو تندرست کرنا معمولی بات ہے۔ لاعلاج مریض کو شفایاب کرنا کامل طبیب ہی کا کام ہے۔

پرم ہنس کے متعلق ذِکر ہے کہ اُن کی ملاقات گرلش چندر گھوش سے ہُوئی، جو مغربی تہذیب کے دِلدادہ تھے۔ اُور

سرتاپا عیاشی میں غرق تھے۔ مذہب کے نام سے بیزار اور پرماتما کے نام سے ناآشنا تھے۔ نظرِ کرم ادھر اُٹھی۔ لوگوں نے کہا۔ کہ مہاراج ان کا سُدھارنا ناممکن ہے۔

پرم ہنس جی نے سُنا اور خاموش ہو رہے۔

گرلیش نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ مجھ سے بھگتی اور پُوجا ہونی مُشکل ہے۔ کیونکہ مجھے اس بات کی فرصت ہی نہیں ہے۔

پرم ہنس نے کہا۔ اچھا اگر تُم سے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ تو دِن میں تین مرتبہ صُبح، دوپہر اور شام کو صرف "رام رام" کہہ دِیا کرو۔ گرلیش نے جواب میں سر ہلا دیا۔

تو فرمایا۔ اچھا تین مرتبہ نہ سہی۔ صِرف دو ہی مرتبہ صبح و شام، جواب پھر بھی نہیں۔

ایک مرتبہ کے لئے کہا تو گرلیش بولا۔ دیکھیئے مَیں وعدہ نہیں کرتا۔ مَیں اپنے اُوپر کوئی پابندی نہیں لگانا چاہتا۔ مَیں کسی گرفت میں نہیں آنا چاہتا، مَیں آزاد اور خودمختیار ہُوں، اور ایسا ہی رہنا چاہتا ہُوں۔ یہ میری فطرت کا خاصہ ہے۔

پرم ہنس جی بولے۔ گرلیش، اگر تم سے یہ بھی نہیں ہوسکتا، اور تم کوئی وعدہ نہیں کرنا چاہتے، تو نہ سہی مَیں تمہارا وکیل بنتا ہُوں، تیری طرف سے مَیں بھگتی کروں گا، پُوجا چڑھاؤں گا، اور پرارتھنا کروں گا۔ تم صرف اتنا کرو۔ کہ دن میں ایک مرتبہ جب تُمہارا دِل چاہے۔ صُبح و شام کی قید نہیں، صرف میرا نام ایک دفعہ لیا کرو۔

گرلیش نے چُپکے سے مان لیا۔ کیونکہ اب کوئی چارہ ہی نہ تھا۔

بھلا خیال فرمایئے۔ جس کو دن میں ایک مرتبہ بھی پرماتما کا نام لینا گراں گذرے۔ وہ رُوحانی ترقی کا خواہاں ہوسکتا ہے؟ جس نے زندگی کا مقصد شراب نوشی و عیاشی ہی سمجھ رکھا ہو۔ اُس کو خُدا کی یاد کا خیال آسکتا ہے جس نے پرم ہنس کے سامنے بیٹھ کر بادہ نوشی کی ہو۔ اُس کو کیا دھرم اور بھگتی کا سایہ بھی چھُو گیا ہوگا؟

مگر نظرِ کرم اُٹھی۔ خاک کو کیمیا کر دیا۔ مایا موہ کی دلدل میں پھنسی ہُوئی آتما نکال کر شاہراہ پر چلا دیا۔ رُوحانی مُردے کو جِگانا مسیحائی ہے۔ یہی مہاتمائی ہے۔ جو جال سے نہ نکل سکے، اُس کو نکالنا عظمت ہے۔

گرلیش پرم ہنس کے پیارے بھگتوں میں سے ایک ہے۔ اُس کے سب گناہ دُھل گئے۔ اس کی آنکھوں میں نئی روشنی آگئی۔ اُس کے دل میں شرابِ معرفت کی پیاس بھڑک اُٹھی۔ اُس کو پرماتما کے یاد کرنے کا گیت بہت پسند آیا۔

ایسی آتماؤں کے پاؤں کی خاک تُمہارک ب۔ اُنہی کے درشن کی رُوح پیاسی ہے۔ ان سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ اُنہی کے دُنیا میں آنے کا انتظار ہے۔

پاون پتت کیئے کھن بھیتر مہاکٹھن نہ جائی

دھرم کا تتو؟

از شری ملک راج جی فلاسفر

دھرم اور ایشوری اِچھیا

سیٹھ صاحب گدّی پر براجمان ہیں۔ اُپنے کلرکوں کا حساب پڑتال کر رہے ہیں۔ یکایک ٹن ٹن کی آواز سُنتے ہیں۔ ٹیلیفون اُٹھا کر کان سے لگاتے ہیں۔ کراچی والا گماشتہ خبر دیتا ہے کہ سیٹھ صاحب! روئی کا بھاؤ روپیہ من گر گیا ہے۔ سیٹھ صاحب کے اندر دس ہزار من روئی پڑی ہے۔ جھٹ پٹ چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ کیوں سیٹھ صاحب! کیا مصیبت آپڑی ہے۔ "بیس ہزار روپیہ ٹوٹ گیا" مگر جھٹ پٹ سیٹھ صاحب اُپنے آپ کو سنبھال کر کہتے ہیں۔ کہ ایشور مجھے آنند ہی آنند ہے۔ جو تیرا حکم ہے۔ وُہی سب سے اُتم ہے۔ کیونکہ میری بُدھی تیرے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ بھگوان میرا دھرم یہی ہے۔ کہ تیری اِچھیا میرے سریر دوارہ پُورن ہووے۔ اِسی کا نام دھرم ہے۔

دھرماتما بننے کیلئے زندگی کا عملی پہلو

(۱) دھرماتما پُرش ہمیشہ داتا ہوتا ہے، نہ بھکاری۔ بھگوان کے دربار سے بھی وہ کبھی کچھ نہیں مانگتا۔ جو کرم کرتا ہے نشکام بھاؤ سے اور وشنوارپن کرتا ہے۔ بھگوان سے یہی پرارتھنا کرتا ہے، کہ اَے پربھو! مَیں تجھ سے کچھ نہیں مانگتا۔ اگر دینا ہے تو تیاگ شکتی دن بدن بڑھتے جانے کا دان دے۔ اگر کچھ لینا چاہتا ہے تو بے شک لے لے۔ میرا سب کچھ حاضر ہے۔ یہاں تک کہ اِن تمام چیزوں میں "میرا بھاؤ" بھی تیاگ کرنے کو تیار ہوں۔ یہاں ملکیت اور قبضہ کے لفظ کو دخل ہی نہیں ہے۔ کیا مکان میرا ہے، نہیں نہیں۔ یہاں تو بے شمار کیڑے مکوڑے، چھپکلیاں، چوہے۔ کُتے، بلّے اور انیک پرکار کے جانور اپنا مستقل قبضہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ میرا گھر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا یہ رشتہ دار میرے ہیں؟ نہیں نہیں۔ اگر میرے ہوں تو میرے اِختیار میں رہیں۔ میری خواہش کے مطابق ہمیشہ کام کریں۔ یہ تو اُلٹا میرے خلاف چل کر مجھے دُکھی کرتے ہیں۔ سرائے کے مسافر ایک دُوسرے کے رشتہ دار کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیا دھن میرا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر میرا ہوتا تو میرے ساتھ آتا، اور پھر میرے ساتھ جاتا۔ یہ تو کسی کی امانت پڑی ہے۔ اَے پربھو جو چاہتے ہو۔ مجھ سے لے لو۔ تاکہ تیرا تجھ کو سونپ کر میرا فرض اَدا ہو۔ بھگوان۔ سنسارک پدارتھ تو درکنار۔ میری طرف سے تو یہ شریر بھی حاضر ہے۔ جب چاہو اِسے لے لو۔ اَب بھی جس طرح چاہو، اِسے سرشٹی کی سیوا میں خرچ کرا لو۔ پس بھگوان جو چاہو، سو لے لو۔ مگر دینا چاہتے ہو تو کیول تیاگ شکتی دو۔ تاکہ میرا دعوے (ممتو) کمزور ہو، اور مَیں بندھن سے چھُوٹ کر دھرم کو پُورن کر لوں۔

(۲) دھارمک زندگی سرگن اُپاسنا سے شروع ہوتی ہے۔ بھگت مندر کے اندر بیٹھ کر بھگوان کے سرگن رُوپ کا دھیان کرتا ہے۔ حتےٰ کہ بھگوان کو اُپنے ہردے کے اندر پرتکھش کر لیتا ہے۔ مگر یہ اُبھی دھرم کی اِبتدا ہے۔

دُھرماتما وہ ہے جو بھگوان کے درشن کا عکس ہر ذی رُوح پر ڈالے ۔ اَور بے جان چیزوں میں بھی اِس کا جلوہ دیکھے۔ گویا بھگوان کی اُپاسنا ویاپک رُوپ سے کرے۔ ہر جسم کو بھگوان کا مندر خیال کرے۔ منش، پشو، پنکھی کے درشن سے یہی نشچے کرے کہ ہر رُوپ میں نیتروں دوارہ میرا بھگوان ہی دیکھ رہا ہے۔ ہر رُوپ میں بھگوان کے درشن کرتے ہوئے بھگوان کو ہر جگہ ویاپک سمجھے۔ بادلوں میں بھی پیارے کی آواز سُنے۔ اَور دریاؤں، پہاڑوں میں بھی پریتم کا شور و غُل ہی نشچے کرے۔ قِصّہ کوتاہ اِس شعر پر عمل کرے۔ ؎

ہر چہ آید در نظر ایں خیر و شد ۔ جُملہ ذاتِ حق بود اے بے خبر

یعنی جو کچھ بھی بُرا بھلا نظر آئے، اِسے ایشوری ذات ہی سمجھے۔ اَیسا بھگت ہی بھگوان کی سچی بھگتی حاصل کر سکتا ہے اَور بھگوان کو پیارا لگتا ہے۔ ابوبن آدم کی کہانی اِس اصُول کو اعلےٰ طور پر ثابت کرتی ہے۔ ابوبن آدم کو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا نام تو اُن بھگتوں میں نہیں ہے۔ جو پرماتما کے سرُوپ کا اکانت دیش میں بیٹھ کر دھیان کرتے ہیں۔ اَور اُس کی سرگُن مُورتی کی اُپاسنا کرتے ہیں۔ ابو جواب دیتا ہے کہ میرا نام اُن بھگتوں میں لکھ دو۔ جو بھگوان کو سرشٹی کے رُوپ میں دیکھ کر خلقِ خُدا کی پُوجا اَور بھگتی کرتے ہیں۔ دُوسری رات پھر فرشتہ ظاہر ہوتا ہے اَور بتاتا ہے کہ اے ابو! بھگوان کے دربار میں تیرا نام اوّل نمبر پر ہے۔ کیونکہ پربھو کو وہی بھگت پیارا ہے، جو اُسے ویاپک رُوپ میں نشچے کر کے یعنی سرشٹی کے ہر فرد میں اُسے موجُود سمجھ کر اُن افراد کی سیوا اَور بھگتی کرے۔ پس پیارے! دھرماتما وہی شخص ہے، جو بھگوان کو ہر ذرّے ذرّے میں پُورن نشچے کرے۔

(۳) دھرم کی لائن پر قدم رکھتے ہی شاستر آگیا پالن کرنی لازم ہے۔ شاستر کا حُکم ہے کہ پہلے اتتھی کی سیوا کر کے، پھر بھوجن کھانا چاہیئے۔ یعنی پہلے کسی غریب کو بھوجن دے کر پھر خود کھانا چاہیئے۔ اَور کُتّے، گائے، کوّے وغیرہ کے لئے بھی بلی رکھنی چاہیئے۔ مگر دھرماتما پُرش تو یہ کہتا ہے کہ اے پربھو! ایک اتتھی کا بھوجن دینے سے میرا دِل پرسن نہیں ہوتا۔ میری اِچّھا تو یہ ہے کہ بھوجن وغیرہ جو کچھ کہ تیار ہو، وہ تمام تیرے اَرپن ہو۔ ایک نہیں انیک اتتھی بھوجن کر لیں۔ اگر کچھ بچے۔ تب میرے پیٹ کی جٹھرا اگنی کی بھینٹ ہو۔ اے بھگوان! مَیں نے تو تیرا پرشاد کھانا ہے، تُو انیک رُوپوں میں گھُومتا گھُومتا بھوجن کرتا جا۔ اگر کچھ بچ رہے گا، تو وہ میرے لئے پرشاد ہوگا۔ بھگوان لنگر میں سے ایک اتتھی کا بھوجن نہ لے، بلکہ اِس ایک شریر کے لئے اگر کچھ بچ رہے، تو دے۔ باقی تمام لے لے۔ تُو انیک رُوپوں میں دُنیا میں پھر رہا ہے۔ اَور تیری ضرُورت میری ضرُورت سے کئی گُنا زیادہ ہے۔ مَیں جانتا ہُوں کہ گھی وغیرہ سمگری اگنی دیوتا کی بھینٹ کرنے سے دیوتا پرسن ہوتے ہیں۔ مگر یہ سچائی بھی مَیں کبھی نہیں بھُول سکتا۔ کہ اِن چلتے پھرتے جنگم جیوُوں کے شریر رُوپی مندر میں جہاں تُو براجمان ہے۔ جٹھرا اگنی (حرارتِ غریزی) کی بھینٹ بھوجن رُوپی سمگری کرنے سے تُو خود دیوتاؤں کا دیوتا پرسن (خوش) ہوتا ہے۔ اے پربھو! میری زندگی کا تو مشن (مقصد) ہی یہی ہے کہ تیری پرسنتا (خوشنودی) حاصل کروں۔ مَیں اِسی کو دھرم سمجھتا ہُوں، اَور یہی دھارمک جیون ہے۔

(۴) دھرم کا بھنورا اپنا پوتر جیون دیش بھگتی، گرو بھگتی اَور ایشور بھگتی سے شروع کرتا ہے۔ اپنے دیش

کی بہتری کے لئے محسوس کرتا، گورو کی سیوا کرتا ہے۔ اور گیان پراپتی کر کے ایشور کا سچا بھگت بنتا ہے۔ مگر دھرماتما
بھگت وہی ہے۔ جو اپنا تن من اور دھن ایشور ارپن کرے۔ یعنی من دوارہ شبھ خیالات سوچے۔ شریر دوارہ ایشوری
کاموں میں حصہ لیوے، اور خلق خدا کی سیوا کرے۔ دھن بھی بھگوان کی ہی امانت خیال کرے۔ ایشوری کاموں کے لئے
چک حاصل ہونے پر فوراً ادائیگی کرے۔ اپنے آپ کو خزانچی سے بڑھ کر خیال نہ کرے۔ صرف اپنا پیٹ پالنا ہی اپنے آپ
کو مستحق خیال کرے۔ اس سے بڑھ کر عیش و عشرت کے لئے روپیہ جمع کرنا گناہ خیال کرے۔ ایشور کے دھیان میں اس قدر
لین ہو جائے، کہ اسے اپنا جسم تک بھی بھول جائے۔ ہر وقت بھگوان کا ہی خیال دل میں ہو۔ منہ سے بھی اسی کا نام
اچارن ہو۔ ہاتھوں اور پاؤں سے کام کرتے ہوئے بھی دل کی پریتی پریتم کے ساتھ ہو۔ سچے بھگت نے اپنا آپ بھگوان
میں محو کرنا ہے، نہ کہ جسم میں اپنی خودی کو مضبوط کرنا ہے۔ ایشور کا بھگت ہو، اور پھر جسم کی آرائش کا خیال اسے آئے۔
یہ دو مخالف باتیں ہیں۔ دھرماتما بھگت اس جسم سے اپنی خودی بالکل مٹانا چاہتا ہے۔ نہ کہ اس کی ٹیپ ٹاپ میں وقت
ضائع کر کے اپنی خودی کو مضبوط کرنا۔ پس دھرماتما پرش وہی ہے۔ جو دلیش گورو اور ایشور بھگتی میں اس قدر محو ہو جائے۔ کہ
اسے اپنا آپ بھول جائے۔ اس کے لئے نہ سنسار رہے، نہ وہ آپ۔ محض پریتم ہی پریتم رہ جائے۔ یہ بھگتی کی پورن
اوستھا ہے۔

(۵) دھرم کی تیاری ایشور کے بھے سے شروع ہوتی ہے۔ اسے نرکوں کی سزا اور ایشور کی ناراضگی کا
ڈر شبھ کاموں کی طرف لگاتا ہے۔ مگر سچا بھگت بھے سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔ نشکام کرموں کے ذریعے اس
کا من بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اور بھگتی رس لیتے ہوئے اس کا بھے پریم کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔
بھگت کو بھے کس کا۔ جب سب کے مالک پرماتما کو اس نے اپنا بنا لیا ہے، تو اب اسے سنسار میں بھے دینے والا
کون ہے۔ بھے دوسرے سے ہوتا ہے۔ جب وہ سب کو اپنا آپ خیال کرتا ہے۔ تو اب ڈر کس کا۔ دشمنی اور
حسد کے الفاظ اس کی لغات سے اڑ جاتے ہیں۔ کیا کوئی بھگوان کے ساتھ حسد اور دشمنی کر سکتا ہے۔ جب
سب سریروں میں بھگوان کا ہی درشن دیکھتا ہے۔ تو پھر اس کا سر ان سب کے آگے جھکنا چاہیئے۔ نہ کہ ان سے
نفرت یا حسد کرنا۔ دھرماتما پرش وہی ہے۔ جس کے اندر محض پریم ہی پریم ہو۔ جس کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ
ہو۔ اور جس کی زبان پر سدا اوم کا ہی اچارن ہو۔ ہر وقت اس کے منہ سے یہی نکلے کہ "سب گوبند ہے"۔
سوامی رام تیرتھ کی طرح سانپ کو دیکھ کر بھی اس سے بغل گیر ہونے کے لئے دوڑے، اور اس کے بھاگ
جانے پر یہی کہے۔ کہ اے پربھو! آج مدت کے بعد درشن ہوا تھا۔ مگر بدقسمتی سے تم نے مجھے ناامید کر دیا۔ پیارے!
منزل بڑی دشوار اور اونچی ہے۔ مگر لگاتار اس پر گامزن رہنا ہی ترقی کی نشانی ہے۔

(۶) دھرم کے مارگ پر چلنے والے شخص کو سنسار کے بادل پریشان کرتے ہیں۔ مگر گیان پراپتی پر کلیت
درشٹی سے سب اڑ جاتے ہیں۔ یعنی جب وہ نشچے کر لیتا ہے۔ کہ سنسار خواب کی طرح جھوٹا ہے۔ اس کی اصلیت
کچھ نہیں ہے۔ دکھائی دیتا ہے۔ مگر در اصل نہیں ہے۔ اس کا نمود ہے۔ مگر وجود نہیں۔ تو پھر اسے بہت حد تک تسلی ہو

جاتی ہے۔ اب وہ وِہار کرتا ہُوا بھی اُس میں نہیں پھنستا ہے۔ سدا ترپت (خوش) ہی رہتا ہے۔ دُنیا کے دُکھوں کو بادل کے سایہ کی طرح تغیّر پذیر اور ناش وان خیال کرتا ہے۔ تمام کام کرتے ہُوئے بھی یہی اَبھیاس کرتا ہے کہ وِہار دیہہ (جسم) کا دھرم ہے۔ مَیں اِس سے اسنگ اور نرلیپ ہُوں۔ آتما میں کچھ کرتّو (فاعلیت) نہیں ہے۔ ایک گھنٹہ آدھ گھنٹہ کام کرنے کے بعد ۲ منٹ کے لئے "اُوم" کے دھیان میں محو ہوکر یہی نسچے کرنا ہے کہ مَیں ان تمام کرموں سے اسنگ ہُوں۔ مَیں ان کا کرتا (فاعل) نہیں ہُوں۔ جسم اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ مگر اس تمام کاروبار میں ساکھی (شاہد) اس ابھیاس میں جب مضبوط ہو جاتا ہے۔ تو سارا دِن کام کرتے ہُوئے بھی وہ اکرتا رہتا ہے۔ جب وہ اپنے آپ کو کرتا نہیں جانتا۔ تو بھوگتا کبھی نہیں ہو سکتا۔ پھل وہ بھوگے جو کرم کرے۔ پرالبدھ کے اختتام پر اس کے اور جسموں کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ لازمی طور پر مکت ہے۔ اِس لائن پر چلنے والا پُرش ہی دھرماتما کہلا سکتا ہے۔ دھرم کو پُورن کرکے پھر بھی مُکت نہ ہو سکے، تو شوک کی بات ہے۔ دھرم اور مُکتی آپس میں ایسے ہی ہیں۔ جیسے خوراک اور جسمانی طاقت۔ پس پیارے! سنسار میں سب سے زیادہ کاروہار کرتا ہُوا بھی اسنگ نرلیپ رہ کر عملی طور پر دھرماتما بن .... عرصے کے بعد گیان کے ہونے پر یہ کلپت سنسار بھی ایک نئے رُوپ میں تمہارے سامنے نمودار ہوگا۔ اب تو تمہیں آتم دیو کا جلوہ ہی نظر آئے گا۔ تمہیں یہ محسوس ہوگا۔ کہ آتم دیو نئے نئے ڈھنگ سے اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ یہ سِلسلہ سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر تو تمہیں یہی سنسار آتم دیو کا ہر وقت درشن کرائے گا۔

اُوم شانتی۔ شانتی۔ شانتی

نیک اِنسان

مہاتما شہنشاہ جی مہاراج

جو کسی سے عداوت نہ دغا کرتے ہیں!
جن کا ہے شیشۂ دِل صاف کدُورت سے ہُوا!
قول اور فعل سے خیالات ہیں اُن کے یکساں
غم مِلے جس سے اُسے بخشیں وہ راحت کا پہاڑ
بالمشورنج نہیں اِن کو جہاں میں کوئی!
اِن کو پرواہ نہیں کوئی مِلے یا نہ مِلے!

وُہی آرام سے دُنیا میں رہا کرتے ہیں
اور کے دِل کو بھی مِلنے سے جِلا کرتے ہیں
پاس باطن جو زمانے میں ہُوا کرتے ہیں
جو جفا ان سے کرے اِس سے وفا کرتے ہیں
کِس سے وناکس سے وہ ہنس ہنس کے مِلا کرتے ہیں
حق میں سب کی ہی مگر وہ تو دُعا کرتے ہیں

سجدۂ جلواۃ برابر ہیں شہنشاہ انہیں
اچھا جانیں نہ اُسے نہ اُس کا گِلہ کرتے ہیں

روشن ہر کسی سے

مہاتما ٹالسٹائی

ایشور پریم ہے ــــ اور ــــ پریم ایشور ہے

بھارت ورش نے امن پسندی، اخلاقی بلندی اور روحانی مہانتا کے لحاظ سے جو درجہ سوامی رام تیرتھ، پرم ہنس رام کرشن جی، سوامی وویکانند، مہاتما گاندھی یا شری رابندر ناتھ ٹھاکر جیسی مہان شخصیتو کو حاصل ہے۔ وُہی درجہ کونٹ ٹالسٹائی کو رُوس میں حاصل تھا۔ رُوحانیت پر اُن کے خیالات کا تمام دُنیا لوہا مانتی ہے۔ ہم ناظرین کے لئے اُن کے رُوحانی گُلشن میں سے چند ایک پھُول بطور گُلدستہ اکٹھے کر کے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ یقین کامل ہے کہ اِن خوشبُودار پھُولوں سے ہر ایک دماغ ضرور معطّر ہوگا:۔

پریم

پریم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم اپنی اِچھّا کو پریتم کے ساتھ جوڑ دیں۔ لیکن لوگوں کی اِچھّائیں الگ الگ اور مخالفانہ ہُوا کرتی ہیں (اتنی مختلف اِچھاؤں کے ساتھ اپنی اِچھّا کو جوڑنا امرِ محال ہے) صرف پرماتما ہی سدا ایک اِچھّا رکھتے ہیں۔

پرماتما کے ساتھ پریم کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اُن کی اِچھّا کے ساتھ ہماری اِچھّا کا یوگ ہو جائے اور پرماتما کی اِچھّا میں سب کی بھلائی ہے۔

بھائیو! آؤ ہم سب ایک دُوسرے سے پریم کریں۔ جو پریم کرتا ہے، وہ پرماتما کا پیارا ہے اور پرماتما کو انوبھو کرتا ہے۔ (لکھا ہے کہ خُدا محبّت ہے، مگر ہمیں یہ کہنا چاہیئے کہ محبّت ہی خُدا ہے) ہم پرماتما کو صرف پریم کے رُوپ میں ہی مانتے ہیں۔ اِسی لئے کہتے ہیں کہ پرماتما پریم ہے اور جب ہم پریم کرتے ہیں۔ ہم نہ صرف پرماتما کے ہوتے ہیں۔ بلکہ وُہی (پرماتما ہی) ہو جاتے ہیں۔ اِسی لئے کہہ سکتے ہیں کہ پریم ہی پرماتما ہیں۔

ہاں پریم ہی پرماتما ہیں۔

اُس کے ساتھ محبّت کرو۔ جس نے تمہیں دُکھ دیا ہے، جس نے تُم پر الزام لگایا ہے۔ اور جس نے تمکو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ پھر وہ پردہ بالکل دُور ہو جائے گا جس نے اس کی آتما کو تمہاری نظر سے بالکل اوجھل کر رکھا تھا اور پھر تم اُس کی آتما کے شفّاف پانی کے اندر اُس کے پریم کا ایشوری تتّو دیکھو گے۔ تب تم اُسے معاف نہیں کرو گے۔ اور نہ ایسا کرنے کے قابل رہو گے۔ بلکہ اپنے آپ کو اِس قصُور کے لئے مُعافی دینی ہوگی۔ کہ جس شخص میں پرماتما موجود تھے۔ اُس میں اُن کے ساتھ پیار نہ کیا، اور خود پریم سے خالی ہونے کے سبب سے اُس میں اُن کے درشن نہ کر سکا۔ پریم میں ہمارے اندر پرماتما کا انوبھو ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اِسی لئے پریم جاگنے پر ہم اپنے آپ سے باہر نکلتے ہیں۔ اپنے آپ کو آزاد کرتے ہیں، اور الہٰی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور پریم کا یہ میلان دُوسروں میں بھی پریم کو بیدار کرتا ہے۔

پریم دُوسروں میں پریم جگاتا ہے۔ پرماتما ہمارے اندر (پریم کے رُوپ میں) اپنا پرکاش کرکے اس سے اوروں کے اندر بھی ویسی جاگرتی (بیداری) پیدا کرتے ہیں۔

کُل مذاہب کا نچوڑ

لیکن کیا دُنیا میں کوئی سچا مذہب نہیں؟ تمام مذاہب ہیں ایک دُوسرے سے بہت ہی مختلف ہیں۔ اور کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ صرف ایک خاص مذہب کو ہی صرف اس بنا پر سچا خیال کرے کہ وہ مذہب اُس کے مذاق سے بہت ہی مطابقت رکھتا ہے۔ لوگ صرف مذہب کی بیرونیات کا ہی اِمتحان کیا کرتے ہیں۔ وہ تو مذہب کو ایک بیماری سمجھ کر اپنے آپ کو اُس سے آزاد محسوس کریں گے اور دُوسروں کو اس مرض میں مُبتلا سمجھیں گے۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ دُنیا کے مذاہب صرف بیرُونی شکلوں میں مختلف ہیں۔ لیکن بُنیادی اصُول کے لحاظ سے وہ سب کے سب ایک ہی ہیں، اور تمام مذہبوں کے بُنیادی اصُول ہی تو اُس سچے دھرم کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو فی زمانہ کُل اِنسانوں کے لئے قدرتی اور موزوں ہے۔ اور جس کے قبُول کرنے پر تمام اِنسانی مُصیبتیں رفع ہو سکتی ہیں۔

نوعِ اِنسان کی ہستی زمانہ قدیم سے ہے۔ اُس نے جس طرح نسلاً بعد نسلاً بیرُونی چیزیں حاصل کرنے کے عملی اصُول وضع کر لئے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح اُسے رُوحانی اصُول جو زندگی کی بنیاد ہیں۔ اور اخلاقی قوانین جو اُن رُوحانی اصُول پر مبنی ہیں۔ تجویز کرنے پڑے ہیں۔ اگر اندھے لوگ ان اصُولوں کو نہ دیکھیں، تو اِس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، کہ ایسے اصُول موجود ہی نہیں۔

زمانہ حال کا مذہب جو تمام اِنسانوں کے لئے ہے۔ اس سے ہماری مُراد کسی خاص مذہب اور اُس کی خصُوصیات اور اس کی بگڑی ہُوئی شکلوں سے نہیں، بلکہ اُن اصُولوں کے مجموعہ سے ہے۔ جو تمام معلُومہ و مروجہ مذاہب میں پائے جاتے ہیں، اور جن کو نسلِ اِنسان کا ۹/۱۰ حصہ تسلیم کرتا ہے۔ ایسا عالمگیر مذہب موجود ہے اور تمام اقوام کے اعلےٰ ترین افراد نے اِس کو تسلیم کیا ہے۔

تمام مذاہب ہی کہتے ہیں کہ خُدا موجود ہے۔ جو چشمہ کُل ہے اور اِنسانی وجُود کے اندر ایک الہٰی جز موجود ہے۔ جسے ہم اپنی زندگی کے ذریعے بڑھا گھٹا سکتے ہیں۔ اِس الہٰی جز کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہے کہ اِنسان اپنے جذبات کو دبائے اور اپنے اندر محبت کو بڑھائے اور محبت کا عملی طریقہ یہ ہے کہ اِنسان اوروں کے ساتھ اِس طرح برتاؤ کرے جیسا کہ وہ دُوسروں سے اپنے ساتھ برتاؤ چاہتا ہے۔ یہ اصُول کُل مذاہب کے لئے عام ہیں۔"

زندگی کا مقصد

زندگی کا مقصد خوشی اور درد سے باہر ہے۔ اِن دونوں حالتوں میں سے گزرتے ہُوئے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔ دُکھ اور سُکھ زندگی کے اندر باہر جانے والے سانس ہیں۔ زندگی کے لئے دونوں ضروری ہیں۔ جب اِنسان خوشیوں اور لذات کو ہی اپنا مقصد بنا کر دُکھ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

وہ اِس رستہ کو بھول گیا ہے۔ جو دونوں حالتوں میں سے گزر کر اُس اصلی مقصد کی طرف جاتا ہے۔ جو جسمانی نہیں بلکہ رُوحانی ہے"۔

" زندگی کا مقصد ہم سے باہر اور دُوسروں کی خدمت میں ہے۔ اُن کی خدمت میں نہیں۔ جو قریبی رشتہ دار اور پیارے ہیں۔ کیونکہ اِس میں بھی وہی اپنائیت اور خودی آجاتی ہے۔ بلکہ اُن کی سیوا میں ہے۔ جن کو ہم جانتے بھی نہیں، اور اس سے بھی بڑھ کر اپنے دشمنوں کی خدمت میں ہے"۔

" اپنے لئے جینا دُکھدائی ہوتا ہے۔ کیونکہ اِس حالت میں آدمی ایک دھوکے کے لئے ہی جیتا ہے۔ اِس پر لئے زندگی بسر کرتا ہے، جو دراصل ہے ہی نہیں۔ جسے نہ صرف خوشی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ جسے ہستی کا درجہ بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ اُپنے لئے جینا گویا سائے کو کھلانا پلانا اور پوشاک پہنانا ہے"۔

ایک ہی زندگی

سب میں ایک ہی زندگی ہے اور تم اپنے آپ میں اُس زندگی واحد کا ایک جزو ہی ظاہر کر سکتے ہو، اور اپنے آپ میں زندگی کے اُسی حصّہ میں ہی تم زندگی کو بہتر یا خراب کر سکتے ہو۔ گھٹا یا بڑھا سکتے ہو؟"

" اپنی زندگی کو بہتر بنانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ان حدّوں کو توڑ دو۔ جو تمہاری زندگی دُوسروں سے جُدا کرتی ہیں۔ یعنی تمام جانداروں کو اپنے آپ کی طرح خیال کرو۔ اُن سے پریم کرو۔ اِس سے تمہاری زندگی بھی ترقّی پذیر ہو گی"۔

"جب تم اپنی ہی زندگی کو زندگی خیال کرتے ہو، تو اپنی زندگی کو نقصان پہنچاتے ہو۔ اور جبکہ اپنی زندگی کی بہتری کے لئے دُوسروں کی بہتری کو قربان کرتے ہو۔ اِس سے تم اپنی زندگی گھٹاتے ہو"۔

" یہ بات تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ اس زندگی کو جو دُوسرے جانداروں میں موجود ہے۔ نابود کر سکو۔ جن جانداروں کو تم نے مارا ہے۔ اُن کی زندگی تمہاری آنکھوں سے صرف مخفی ہو گئی ہے۔ نیست و نابود نہیں ہوئی۔ تم خیال کرتے ہو، کہ تم دُوسروں کی زندگی گھٹا کر اپنی زندگی کو طویل بنا لو گے۔ لیکن ایسا کرنا تمہارے امکان سے باہر ہے۔ زندگی کے لئے زمان و مکان کوئی شئے ہی نہیں۔ ایک پل کی زندگی اور ہزاروں سال کی زندگی اور تمام مرئی و غیر مرئی جانداروں کی زندگی سب برابر اور یکساں ہیں۔ کوئی آدمی زندگی کو نابود نہیں کر سکتا ہے اور نہ بدل سکتا ہے۔ کیونکہ صرف زندگی ہی ہستی رکھتی ہے۔ باقی تمام چیزیں صرف ہست معلوم ہوتی ہیں۔ دراصل زندگی ہی موجود ہے"۔

(اُوم شم)

مَنی آرڈر بھیجتے وقت اور خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ جو کہ پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ "مینیجر"

حضرت عمر بن عبد العزیز

اموی سلطنت کے پایۂ تخت دمشق میں ہفتوں سے عامۃ المسلمین عید کی تیاریاں کر رہے تھے۔ لیکن خود امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے محل کا نقشہ ہی دُوسرا تھا۔ آپ کے صاحبزادے اپنی والدہ فاطمہ کو گھیرے ہُوئے تھے۔ ایک بچہ کہہ رہا تھا "اماں جان! کل عید ہے، تمام لوگوں نے اپنے بچّوں کے لئے نئے نئے کپڑے بنوائے ہیں۔ ہم لوگوں کے پاس تو کوئی ایسا کپڑا بھی نہیں جو پیوند سے خالی ہو۔ ہمیں بھی نئے کپڑے بنوا دیجئے۔" ماں نے بچّوں کو سمجھایا لیکن جیسے جیسے ماں سمجھاتی گئیں بچّوں کی ضد بڑھتی گئی اور وہ تمام رات ماں کو پریشان کرتے رہے ——— صبح کی نماز سے فارغ ہو کر فاطمہ مجبوراً بچّوں کو لئے شوہر کی خدمت میں حاضر ہُوئیں۔ امیر المومنین ایک پُرانا لباس زیب تن کئے جائے نماز پر بیٹھے اللہ کے حضور دُعا مانگ رہے تھے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جو رخسارِ مبارک سے ہوتے ہُوئے دامن کو تر کر رہے تھے۔ فاطمہ نے امیر المومنین کو مخاطب کرتے ہُوئے کہا۔ "امیر المومنین! ساری دُنیا عید کی خُوشیاں منا رہی ہے اور آپ گریہ وزاری میں مصروف ہیں۔ آج تو خوشی کا دن ہے۔

امیر المومنین۔ رمضان مبارک کا مہینہ گزر گیا معلوم نہیں ہمارے اعمال کیسے ہیں، اور خُدا ہم سے راضی ہے یا ناراض؟ اگر ہمارا پروردگار خوش نہیں تو میرے لئے خوشی کا کونسا موقعہ ہے! یہ کہتے ہی آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ خلیفہ وقت تھے لیکن مکان میں نہ گلاب تھا نہ عطر۔ چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے گئے۔ جب ہوش میں آئے تو بیوی سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ فاطمہ۔ بچّے ساری رات نہ خود سوئے نہ مجھے سونے دیا۔ برابر اصرار کر رہے ہیں کہ عید کیلئے کپڑے سلوا دو۔ میں نے بہت سمجھایا مگر بچّے یہی کہہ رہے ہیں کہ عید کے دن سب کے بچّے نئے کپڑے پہنیں اور ہم پھٹے پُرانے پہنیں۔ اس وقت اُن کے سخت مجبور کرنے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہُوئی ہُوں۔

امیر المومنین۔ فاطمہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میرے پاس اتنے روپے کہاں ہیں، جو میں اُن کے کپڑے سلوا دُوں؟ کیا تم نہیں جانتی کہ میں صرف دو درہم (تقریباً سات آنے) روزانہ بیت المال سے لیتا ہُوں۔ یہ رقم تو ہماری معمولی ضرُوریات کے لئے کافی نہیں ہوتی، پھر بھلا نئے کپڑے کہاں سے آئیں گے؟ فاطمہ۔ آپ بیت المال سے کچھ لے لیں تاکہ بچّوں کے لئے نئے کپڑے خرید لئے جائیں۔

امیر المومنین۔ مَیں مسلمانوں کے مال کا نگہبان ہُوں، اُن کی اجازت کے بغیر میں بیت المال سے کیسے لے سکتا ہُوں، کیا تم چاہتی ہو کہ میرا نام خائنوں کی فہرست میں لکھا جائے؟ فاطمہ۔ اچھا ایک مہینہ کا وظیفہ پیشگی لے کر بچّوں کے لئے کپڑے بنوا دیں۔ یہ دن بُرے بھلے کٹ ہی جائیں گے۔ امیر المومنین۔ کیا تم کو یقین ہے کہ میں ایک مہینہ زندہ رہوں گا؟ مجھے تو اپنی زندگی پر ایک لمحہ کے لئے بھی اعتبار نہیں، کون جانے کس وقت موت آجائے۔ پھر میں کس بھروسہ پر پیشگی لے لُوں؟ جاؤ۔ ان بچّوں کو سمجھاؤ، کہ اس دنیاوی زندگی میں جو محض چند روزہ ہے۔ اچھے کپڑوں کی ضرورت نہیں ——— اس گفتگو کے بعد مملکت اسلامیہ کے خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز کی بیوی اور سابق خلیفہ عبد الملک کی بیٹی اپنے بچّوں کو واپس لے کر چلی گئیں ——— ہم بھی آج عید مناتے ہیں۔ لیکن ہمارے بچے اور عورتیں مطالبہ کرتی ہیں تو جائز قسم کے قرضوں کا سوال ہی نہیں، حق اور ناحق کی تمیز کے بغیر ہم خُدا سے زیادہ ان کی خوشنودی کی خاطر کیا کچھ نہیں کر ڈالتے! ایک ان کی عید تھی، اور ایک ہماری عید ہے!! (بشکریہ 'دعوت' دلّی)

بُلّھے شاہ

تیرے عشق نچایا کر کے تھیّا تھیّا

حضرت بُلّھے شاہ کا جنم قصور ضلع لاہور میں ایک مُعزّز سیّد گھرانے میں ہُوا۔ مسلمانوں میں سیّد قابلِ پرستش ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بُلّھے شاہ کے ماتا پِتا خدا یاد شخصیتیں تھیں۔ اِس لئے بُلّھے شاہ کے بچپن میں ہی یادِ الٰہی کے جذبات ظاہر کرتے تھے کہ اُسے اِس سلسلہ میں وراثت کے طور پر بہت کچھ مُیسّر آیا ہے۔

اُنہی دِنوں قصور میں ارائیں ذات کے عنایت شاہ [illegible]ب بڑے خُدا رسیدہ بزرگ تھے، اور اُن کی شہرت دُور دُور تک پھیلی ہُوئی تھی۔ جب بُلّھے شاہ بڑے ہُوئے تو وہ بھی ایک دِن نیاز کی غرض سے سائیں صاحب کے پاس گئے۔ دیدار کرتے ہی طبیعت شانت ہوگئی۔ سائیں صاحب کی نشہ مُحبت میں مخمُور آنکھ جب بُلّھے شاہ پر پڑتی، تو ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے الٰہی برکتیں ان پر نازل ہو رہی ہیں، اور اُن کی گفتگو سے تو وہ حظ حاصل ہوتا کہ جس کی تعریف قلم سے نہیں ہوسکتی۔ قِصّہ کوتاہ چند یوم اِسی طرح بُلّھے شاہ سائیں صاحب کے پاس آتے جاتے رہے اور اُن کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے، اور آخر اُن کے شِشیہ بن گئے۔

اِس کا چرچا فوراً ہی سارے شہر میں ہوگیا۔ بُلّھے شاہ کی برادری کے لوگوں نے اِسے بہت بُرا منایا۔ وہ کہنے لگے کہ ساری دُنیا تو ہمارے ہاتھوں میں بیعت ہوتی ہے۔ مگر یہ ایک نیچ ارائیں ذات کے آدمی کا مُرید بن گیا ہے۔ اور اِس کے آلِ رسول کی عظمت اور شان کو بٹّہ لگا دیا ہے۔ برادری نے یہ بات طریقہ طریقہ سے بُلّھے شاہ کے کانوں میں بھی پہنچائی۔ پہلے تو بُلّھے شاہ نے ان کی پرواہ نہ کی۔ کیونکہ وہ اُس سُرور اور آنند کے مُقابلہ میں جو کہ اُسے سائیں صاحب کی سنگت سے مُیسّر آتا تھا۔ یہ باتیں ہیچ سمجھتا تھا۔ لیکن بار بار کی کہی سُنی سے آخر اس میں لغزش آگئی۔ اُدھر سائیں صاحب کبھی جاتی جان تھے۔ جان گئے کہ بُلّھا اپنے آدرش سے گر گیا ہے۔ تاہم اُنہوں نے اِس معاملہ کو بالکل صاف کرنے کا فیصلہ کیا۔

ایک دِن شہر میں بُلّھے شاہ کی برادری میں ایک برات آئی ہوئی تھی۔ اُن دِنوں ویشیاؤں کے مُجرے کا بڑا رواج تھا۔ مُجرہ ہو رہا تھا۔ بہت سے لوگ جمع تھے اور بُلّھے شاہ بھی اُن میں بیٹھا ہُوا تھا۔ سائیں عنایت شاہ بھی وہاں چل دیئے۔ اُنہوں نے سوچا کہ اگر وہاں ہمارے پہنچنے پر بُلّھے شاہ نے حسبِ دستور اُٹھ کر ہمیں سجدہ کیا۔ تب تو وہ ثابت قدم ہے۔ لیکن اگر مُنہ چھپا گیا، تو سمجھ لیں گے کہ گر گیا۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ بُلّھے شاہ نے جب دیکھا کہ سائیں صاحب سامنے سے آ رہے ہیں، اگر سجدہ نہ کیا تو بھی بُری بات ہے۔ اگر کیا تو برادری کے لوگ ٹھہرنے نہیں دیں گے۔ وہاں سے اُٹھ کر دوسری طرف ہو بیٹھا۔ تاکہ سائیں صاحب دیکھ نہ پائیں۔ اِدھر سائیں صاحب بھی دیکھ رہے تھے، کہ ہم سے مُنہ چھپا کر اُس نے جگہ بدلی ہے۔ وہ اب اُس طرف ہوئے جس طرف بُلّھے شاہ نے جگہ بدلی تھی۔ مگر وہاں سے بھی بُلّھے شاہ نے مُنہ چھپایا۔ اور اُٹھ کر تیسری جگہ بیٹھنے کی کوشش کی۔ سائیں صاحب نے جان لیا کہ یہ امتحان میں فعل ہوگیا ہے اور

وہاں سے واپس آگئے۔

لوگوں کی کہی سنی میں آکر بُلھے شاہ سے ہونے کو تو یہ غلطی ہوگئی۔ مگر اس غلطی نے اس کے اندر ایک آگ لگا دی۔ سائیں صاحب کی سیوا میں گیا۔ مگر اب وہاں سوائے بے رُخی کے کیا دھرا تھا؟ بُلھے کی اس حالت کا اندازہ کون کرے۔ ہجر کی آگ اُس کے تن بدن کو جلا رہی ہے اور مُرشد کے فضل کرم کی یاد اندر سے ایک ہُوک نکالتی ہے پر کوئی بس نہیں چلتا۔ جن لوگوں کے کہنے سُننے سے وہ اس غلطی کا مُرتکب ہُوا تھا۔ وہ اب اُسے زہر دکھائی دیتے ہیں۔ زار زار روتا ہے۔ مگر کوئی پیش نہیں جاتی۔ گھر کے کام کاج، لوک لاج، نیکی بدی۔ اچھا بُرا سب کچھ اس کے دماغ سے مفقود ہو کر صرف ایک مُرشد کی یاد باقی رہ گئی ہے۔ مگر وہاں بھی آگے نرا ہی اندھیرا ہے۔ کافیوں کی شکل میں دل کا بُخار نکالتا ہے۔ مگر کوئی نتیجہ برآمد ہوتا نظر نہیں آتا۔

آخر کو یہ تدبیر سُوجھی کہ جو ویشیا سائیں صاحب کے ہاں عقیدت مندانہ طور پر چوکی دینے جاتی ہے۔ اس کی غُلامی کی جاوے۔ ممکن ہے، اس کے طفیل کار برآری کی کوئی صُورت نکل آئے۔ چنانچہ بُلھے شاہ اس ویشیا کے بے دام غُلام ہوگئے۔ اس کا تمباکو بھرنا، برتن صاف کرنا اور دیگر خدمات وہ اتنے شوق سے انجام دیتے کہ وہ حیران رہ جاتی۔ کہتے ہیں کہ وہ اس طرح طویل مدت اس کی خدمت کرتے رہے اور اُس کی سنگت میں رہتے ہوئے راگ ودّیا سے بھی واقف ہوگئے۔ ایک دن اُس ویشیا نے بُلھے شاہ سے پوچھا کہ تمہاری یہاں میرے پاس رہ کر اتنی سیوا کرنے کی غرض کیا ہے؟ جواب ملا کہ مجھے ایک دن سائیں عنایت شاہ کی چوکی بھرنے کی اپنی جگہ اجازت دو، اور ساتھ ہی اپنے پارچات بھی۔ ویشیا کے لئے یہ معمولی بات تھی۔ آنے والی جُمعرات کے دن حسب معمول سائیں عنایت شاہ کے ہاں چوکی ہو رہی ہے اور ویشیا کے بھیس میں بُلھے شاہ گا رہا ہے۔ ؎

"تیرے عشق نچایا کر کے تھیّا تھیّا"

غضب کی کشش، غضب کا اُبال اور غضب کی رقّت انگیزی۔ سائیں عنایت شاہ گانے کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوئے اور کہا تو بُلھا ہے؟ اُسی وقت کپڑا مُنہ سے اُتار اور پاؤں پر گر کر کہا۔ نہیں حضور میں بُھلا ہوں۔ سائیں جی نے اُسی وقت اُٹھا کر گلے سے لگا لیا۔ سب غلطیاں اور قصور مُعاف ہوگئے اور پھر بُلھے شاہ پر عشق کی وہ رنگت چڑھی۔ کہ جس کے بیان سے قلم قاصر ہے۔

آپ کی ذات سے بہت سے ہندو مُسلمان متلاشیان حق نے فائدہ اُٹھایا اور آپ کے کلام معرفت رنگ سے آج بھی لاکھوں لوگ آنند لے رہے ہیں۔ آپ کی زندگی میں ایک شخص پنڈت نجا نند جی نے خاص طور پر فیض حاصل کیا۔ پنڈت نجا نند ویدوں اور شاستروں کا عالم تھا۔ لیکن باوجود اس کے انہیں اپروکھش گیان نہیں تھا۔ کسی ست سنگی نے اُنہیں بتایا کہ آپ حضرت بُلھے شاہ کا دیدار کیجیے۔ چنانچہ وہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بُلھے شاہ نے اُن کا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور واقف اسرار کر کے رُوحانی دولت سے مالا مال کر دیا۔

یوگ اور اُس کا مقصد

از شری سوامی شیوانند جی سرسوتی

ہندو فلاسفی کے چھ شاستروں میں سے ایک شاستر فلسفۂ یوگ سے تعلق رکھتا ہے۔ دُنیا کے اور بہت سے فلسفے بحث مباحثہ اور وچار تک محدود ہیں۔ لیکن یوگ ایک بالکل عملی فلسفہ ہے۔ یوگ ایک مکمل سائینس ہے جو قُدرت کے نہ بدلنے والے قانُونوں پر مبنی ہے۔ دُنیا کے دیگر ممالک کے لوگ جو مشرقی تہذیب اور علوم میں دلچسپی رکھتے ہیں، یوگ سے ضرور واقف ہیں۔ اُن کے دلوں میں اس کے لیئے بڑی عزت ہے۔ کیونکہ اس کے اندر شانتی، آنند اور پوشیدہ طاقتوں اور عجائبات کی سلطنت کے دروازے کو کھولنے کی کُنجی ہے۔ مغرب کے فلاسفروں کو بھی راحت و تسکین اسی خُدائی سائینس کے اندر ملی ہے۔ خود عیسےٰ مسیح ایک اعلیٰ پایہ کے یوگی ہی نہیں، بلکہ یقیناً ایک راج یوگی تھے۔ فلسفۂ یوگ کے بانی مہرشی پاتنجلی تھے جو فلاسفر اور یوگی کے علاوہ ایک قابل حکیم یا وید بھی تھے۔ وہ حضرت عیسےٰ سے صدیوں پہلے ہوئے ہیں۔

یوگ کا مقصد من اور اس کی ورتیوں کو قابو میں کرنا ہے۔ یوگ کے عمل سے جیو مایا جال سے باہر نکل آتا ہے۔ جیو آتما پرماتما کے ساتھ مِل جاتا ہے۔ پرماتما کے ساتھ میل ہی انسانی زندگی کا مقصد اور تمام انسانی کوششوں کا مرکز ہے۔ یوگ کئی قسم کے ہیں۔ یہ عامل کی طبیعت کے مُطابق ہوتے ہیں۔ کرم یوگ، بھگتی یوگ اور گیان یوگ مُختلف یوگ ہیں۔ لیکن عام جنتا لفظ "یوگ" کو مہرشی پتنجلی کے راج یوگ کے لیئے ہی استعمال کرتے ہیں۔ ایک اور قِسم کا یوگ بھی (جسے ہٹھ یوگ کہتے ہیں) یہ راج یوگ سے جُدا نہیں ہٹھ یوگ کے لفظی معنی "ہ" اور "ٹھ" کا یوگ یعنی میل ہے۔ سنسکرت میں "ह" یا ह کے معنی "سُورج" اور "ٹھ" یا ठ کے معنی "چاند" ہیں۔ پران کو سُورج اور اپان کو چاند کہتے ہیں۔ پس ہٹھ یوگ کے معنی پران اور اپان یعنی باہر جانے والا سانس اور اندر جانے والے سانس کا میل ہے۔ ہٹھ یوگ سادھک کو راج یوگ کے لیئے تیار کرتا ہے۔

راج یوگ ایک مکمل سائینس ہے۔ اِس کا تعلق من اور اس کی ورتیوں کو دبانے سے ہے۔ یہ من اس سنسار رُوپی مایا جال کی ہستی کا کارن ہے۔ اِس کے ناش ہو جانے سے یوگ کا عامل انتہائی منزل یعنی پورن سمادھی میں پرویش ہو جاتا ہے۔ جہاں وہ پرماتما کے ساتھ مِلکر پورن آنند اور شانتی اُٹھاتا

کرتا ہے ۔ اِس لیئے اِس کو راج یوگ یعنی شاہی یوگ یا تمام یوگوں کا بادشاہ کہتے ہیں ۔

یوگ اِس دُنیاوی زِندگی کو چھ ڈنڈوں والے پہیئے سے مشابہت دیتا ہے ۔ اور چھ ڈنڈے یہ ہیں : — راگ (محبّت) ۔ دویش (نفرت) ۔ نیکی ۔ بدی ۔ سُکھ ۔ دُکھ ۔ اِنسان کے مَن میں دو لہریں چلتی رہتی ہیں ۔ ایک محبّت اور دُوسری نفرت ۔ اِن کی بدولت وہ بہت سے کرم نیک و بد کرتا ہے ۔ اور اپنے اِن کرموں کا پھل سُکھ یا دُکھ بھوگتا ہے ۔ یہ سُکھ نفسانی چیزوں سے لگاؤ پیدا کرتا ہے ۔ اس لگاؤ یا وابستگی کے کارن وہ بعض اشخاص پر مہربانیاں اور رعایت کرتا ہے اور بعض کو نقصان پہنچاتا ہے ۔ اِس محبت اور نفرت سے اُس کے مَن میں سُکھ اور دُکھ پیدا ہوتے ہیں ۔ اِس طرح راگ دویش ، نیکی بدی ، سُکھ اور دُکھ کا چکر چلتا رہتا ہے ۔ اور اِس کے خود بخود رُک جانے کی کوئی صُورت نہیں ہوتی ۔ لیکن یوگی اِس گھومتے ہوئے پہیئے یا چکر کو سمادھی کے عمل سے پانچوں وِکاروں کا ناش کر کے روک دیتا ہے ۔

یوگ کی مشق کے لیئے بے انتہا شکتی اور جسمانی طاقت کی ضرورت ہے ۔ یہ طاقت ویریہ کی رکھشا سے ہی حاصل ہو سکتی ہے ۔ اِس لیئے جو شخص یوگ کا عمل کرنا چاہتا ہے اور یوگ کی آخری بُلندی تک جلدی پہنچنا چاہتا ہے ۔ اُس کے لیئے برہمچریہ کا پالن از حد ضروری ہے ۔ اگر عمل میں کوتاہی یا بے قاعدگی ہوگی ، تو کامدیو کا ذرا سا حملہ پچھلے کیئے ہوئے کو ملیامیٹ کر دیگا ۔ اور پھر سادھک کے لیئے دوبارہ اُسے حاصل کرنا اور اُتنا اُونچا اُٹھنا بہت مشکل ہو جاوے گا ۔ یہی وجہ ہے کہ سمادھی کی حالت حاصل ہونے تک بہت سختی اور باقاعدگی سے عمل جاری رکھنا پڑتا ہے ۔ وہ یوگی جس نے سالہا سال تک یوگ کی مُشکل کریاؤں سے اپنے مَن پر پُورا تسلّط جما لیا ہے ، اِس سنسارک مایا جال کے پیچھے چھپی ہوئی سچی پائیدار اصلیت کو انوبھو کرے گا ۔ اِسی لیئے پاتنجلی نے کہا ہے ” اگر پُوری شردھا سے بغیر رُکاوٹ کے لگاتار بہت عرصہ تک یوگ کی مشق کی جاوے تو پھر سادھک اِس سے ڈگمگاتا نہیں “

مَن کو زبردستی قابُو کرنے کی کوشش بے سُود ہُوا کرتی ہے ۔ اُسے تو نرمی سے بس میں کیا جاتا ہے ۔ جس طرح بچوں کو پیار سے اور مٹھائی دے کر خوش کیا جاتا ہے ۔ مَن ایک مست ہاتھی ہے ۔ اِس کو قابو میں کرنے کے لیئے پُورن تیاگ ، ست سنگ اور دھیان بہت ضروری ہیں ۔ مَن کا تالاب کے پانی کی اُوپر کی سطح سے مقابلہ کیا جاتا ہے ۔ اور چت اُس کی نیچے کی تہ سے ۔ وہ چیزیں جو نیچے کی تہہ سے اُٹھ کر اُوپر کی سطح پر آتی ہیں ، اُن بُلبلوں کی طرح ہیں جو چت میں سے اُٹھ کر مَن میں آتی ہیں ۔ وِکشیپ شکتی جو مَن میں خلل پیدا کرتی ہے ، آندھی کی طرح ہے جو تالاب کے پانی کو گندھلا کر دیتی ہے ۔ جاگرت اوستھا میں وکشیپ شکتی یا اِنسان کے سنکلپ اور حواس مَن میں خلل پیدا کرتے ہیں ۔ خواب کی حالت میں صرف وکشیپ شکتی مَن کو خراب کرتی ہے اور گہری نیند میں مَن بالکل آرام کی حالت میں ہوتا ہے ۔

چیتنیہ بُدھی یا پراگیہ بھی گہری نیند میں موجود ہوتی ہے۔ یہ پراگیہ ہی ہے۔ جس کو یہ بات یاد رہتی ہے کہ خوب گہری نیند آئی اور بڑا سکھ حاصل ہوا۔ من اور پران بھی ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے پران من کی گاڑی ہے جہاں پران ہے وہاں من اور جہاں من وہاں پران ہے۔ اگر تم کسی مسئلے کو بڑے غور سے سوچوگے تو سانس آہستہ ہوجائے گا۔ غش یا بے ہوشی کی حالت میں بھی من کا کام بند ہوجاتا ہے۔

یہ شریر رکھ ہے۔ پران یعنی سانس گھوڑا ہے اور من سوار ہے۔ پران چلتا ہے اور من بھی حرکت میں آجاتا ہے۔ پران کے چلتے ہی من وچار کرتا ہے۔ اگر پران شریر کو چھوڑ دیتا ہے تو شریر کے تمام کام فوراً رک جاتے ہیں شریر جسم زمین پر شہتیر یا پتھر کی طرح پڑا رہتا ہے۔ عام بھاشا میں پران کی جسم سے علیحدگی کا نام موت ہے۔ پران یعنی سانس کو قابو میں کرنے سے من قابو میں ہوجاتا ہے۔

پرانایام شریر، من، بُدھی اور حواس کے اوپر حیران کن اثر کرتا ہے۔ یہ جسم کی بیماریوں کا ناش کرکے نسوں اور پٹھوں میں نئی زندگی بھرتا ہے۔ یہ تازہ طاقت بخشتا ہے۔ من کو نشچل بناتا ہے۔ اُسے پاکیزہ اور شدھ کرتا ہے۔ بُدھی اور دماغ کو قوت دیتا ہے۔ یاد داشت بڑھاتا ہے۔ حواس کو شانت کرتا ہے اور اُنھیں یکسو ہونے میں مدد دیتا ہے۔

بارہ پرانایام کا ایک پرتیا آہار ہوتا ہے۔ بارہ پرتیاہاروں کی ایک دھارنا ہوتی ہے۔ بارہ دھارنا ملکر دھیان کہلاتا ہے اور بارہ دھیان کی سمادھی بنتی ہے۔ مثلاً بارہ سیکنڈ تک سانس کا روکنا ایک پرانایام ہوگا۔ اس مشق کو بارہ بار کرنا یعنی سانس کو دو منٹ ۲۴ سیکنڈ تک روکنا ایک پرتیاہار ہوگا۔ بارہ پرتیاہار یعنی ۲۸ منٹ ۴۸ سیکنڈ تک سانس کو روکنا ایک دھارنا ہوگا۔ بارہ دھارنا یعنی ۵ گھنٹہ ۴۵ منٹ اور ۳۶ سیکنڈ تک سانس کا روکنا یا ایک چیز پر من کو جمانا ایک دھیان ۱۲ دھیان یعنی دو دن۔ ۲۱ گھنٹہ ۷ منٹ اور بارہ سیکنڈ تک سانس کو روکنا ایک سمادھی ہوگی۔ یوگی گورکش کا خیال ہے کہ سانس کو دو گھنٹہ تک روکنا دھارنا ہوتا ہے۔ ۲۴ گھنٹہ تک دھیان اور بارہ دن تک سمادھی۔

مندرجہ ذیل یوگ کے راستے میں روکاوٹیں ہیں۔ پیٹ کو بہت بھر لینا۔ اتنا کام جس سے شریر تھک جائے۔ بہت زیادہ باتیں کرنا۔ رات کو ثقیل یا دیر ہضم خوراک کھانا اور لوگوں میں زیادہ ملنا جلنا۔ اگر بدہضمی ہے۔ دست یا کوئی اور بیماری ہو یا کسی وجہ سے رنج و غم یا تھکاوٹ ہو تو یوگ کی مشق نہیں کرنی چاہیئے۔

اگر تم فضول گپ شپ، بات چیت، لوگوں کے متعلق خبریں اور افواہیں چھوڑنے کا اشتیاق چھوڑ دو۔ اور دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرو تو تمہیں دھیان کے لئے کافی وقت مل سکے گا۔ من کو شانت کرنے کی کوشش کرو۔ اگر دنیاوی خیالات من میں گھسنے کی کوشش کریں تو اُنھیں نکال دو ستیہ کا پالن کرو۔ خوش رہو۔ اپنے اندر ستوک بھاؤ بڑھاؤ۔ تمہیں کبھی ختم نہ ہونے والا آنند حاصل ہوگا۔

قدرت نے کوئی دو چیزیں ایک جیسی نہیں بنائیں۔ کوئی دو درخت ایک جیسے نہیں۔ دو پتے بھی ایک جیسے نہیں۔ کوئی دو شخص بھی ایک جیسے نہیں۔ کوئی دو آوازیں ایک جیسی نہیں۔ اسی طرح چہرے، دماغ، طبع مزاجی اور من بھی سب کے مختلف ہیں۔ اس لئے مختلف اشخاص کے لئے من کو روکنے کے طریقے بھی جُدا جُدا ہیں۔ ہر ایک اپنا سادھن کا طریقہ بنا سکتا ہے۔ اگر تم اپنے لئے ایک راستہ منتخب نہ کر سکو تو اپنے گورو یا رُوحانی آچاریہ کی مدد لو۔ گورو سے یوگ سیکھو۔ تب ہی تم یوگ کی ضروری باتوں کو سمجھ سکو گے۔ وہ تمہارے شکوک رفع کریگا۔ تم گھبرا جاؤ گے تو تمہاری حوصلہ افزائی کریگا۔ اور تمہیں ٹھیک راستہ دکھا دے گا۔ کیونکہ اُس نے خود یہ راستہ چلکر دیکھا ہُوا ہے۔ اگر تم صادق اور سنجیدہ ہو گے تو گورو کی کرپا تمہارے اوپر تیل کی دھارا کی طرح گریگی۔ اگر تم اس میں سچی شردھا اور بھگتی رکھو گے تو وہ بھی تمہارے اندر شکتی، پریم، بُدھی اور رُوحانی لہریں بھر دے گا۔ لیکن صرف ایک ہی گورو بناؤ۔ استقلال قائم رکھو اور صادق رہو۔

ایکدفعہ یوگ کے دو ودیارتھی یوگ سیکھنے کے لیئے یوگی کاک بھشنڈ جی کے پاس گیئے۔ گورو بولے:۔ پیارے ودیارتھیو! میرے آشرم میں بارہ سال تک رہو۔ یم، نیم، آسن اور پرانایام کی مشق کرو۔ اس کے بعد میں تمہیں سمادھی میں ڈال دوں گا۔ میں تم کو کنڈلنی کو جگانے کے راز سکھاؤں گا اور تم اسے سہسرار چکر تک لے جا سکو گے۔ ایک ودیارتھی بہت بے صبر تھا۔ اُس نے کچھ عرصہ تک چند ایک یوگ کی کریائیں کیں اور پھر اپنے گورو کو سمادھی کے لئے تنگ کرنا شروع کیا۔ گورو بہت عرصہ خاموش رہا۔ اور ودیارتھی آشرم چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن دُوسرا ودیارتھی بہت سمجھدار اور صبر و استقلال والا تھا۔ اُس نے اپنے گورو کی ہدایتوں پر پُورا پُورا عمل کیا اور ایک لفظ تک کبھی گورو کی آگیا بغیر نہ بولا۔ بارہ سال گذر گئے۔ گورو نے خیال کیا کہ لڑکا اب تیار ہے۔ اُس کی ناڑیاں شُدھ ہوگئی ہیں۔ وہ ساتوِک ہے۔ اُس میں ایشوری گن آگئے ہیں۔ اب وہ بلند پروازی کے قابل ہو گیا ہے۔ اُس نے ودیارتھی کو اپنے سامنے بٹھایا اور صرف سنکلپ یعنی ارادے سے ہی کنڈلنی شکتی کو سشمنا ناڑی میں پہنچا دیا۔ ودیارتھی کو نروکلپ سمادھی کا آنند آنے لگا۔ یوگ کے ودیارتھی کے لئے گورو کی کرپا ہی ایشوری آنند کے خزانوں میں داخل ہونے کا پاسپورٹ ہے۔ لیکن گورو کی کرپا صرف اُس پر ہو سکتی ہے جس میں پُرشارتھ ہے۔ گورو ہمیشہ محنتی چیلے پر کرپا کرتا ہے۔ اگر یوگ کی انتہائی منزل تک پہنچنا ہے تو بہت زیادہ صبر، گورو میں شردھا اور سخت سادھن ضروری ہیں۔ دوسرا ودیارتھی اپنی بے صبری کی وجہ سے منزل کو کھو بیٹھا۔

اگر تم رُوحانی راستہ میں کچھ ترقی کر گئے ہو تو بھی ہمیشہ یہی خیال کرو کہ تم ایک نو وارد ہی ہو۔ پھر رُوحانی غرور پیدا نہیں ہو گا۔ اُسی گرمجوشی، جانفشانی اور شوق سے عمل کرو جس طرح کہ شروع شروع میں کرتے تھے۔ جتنا اچھا سادھن ہوگا اُتنی ہی کامیابی حاصل ہوگی۔

دیکھنا کہیں سدھیوں اور شکتیوں کے پیچھے نہ دوڑنا۔ یہ سمجھدار لوگوں کا کام نہیں۔ سدھیوں کی رُوحانی قیمت صفر ہے۔ دُنیاوی لوگ سدھیوں والے شخصوں کی بہت قدر و عزت کرتے ہیں اور اُن کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں۔ اُن کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ جو لوگ سدھیاں دکھلاتے ہیں، وہی اصلی مہاتما اور جیون مُکت ہیں۔ پاتنجلی مہرشی نے کہا ہے کہ صرف کچے ناتجربہ کار لوگ ہی سدھیوں کو کمال سمجھتے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ روحانی دھیان کے راستہ میں بہت سخت روکاوٹیں ہوتی ہیں۔" رُوحانی زندگی میں سدھیوں کی کوئی قیمت نہیں۔ اگر سادھن کے دوران میں وہ ظاہر بھی ہو جائیں تو بھی نہیں اُن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا ہوگا۔ ظاہر وہ ضرور ہوں گی۔ کیونکہ یوگ کے جس ودیارتھی نے مَن کو قابو کر لیا ہے اور جو سمادھی کی مشق کر رہا ہے اُس کے پیروں میں سدھیاں اور ردھیاں لوٹتی پھرتی ہیں۔ یوگ کے عامل کا حکم بجا لانے کے لئے وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو جاتی ہیں لیکن اُسے اُن کی طرف نگاہ تک نہیں کرنی چاہیئے۔ تب ہی وہ رُوحانی راستہ میں بڑھ سکتا ہے۔ سچی مکتی تبھی حاصل ہو سکتی ہے جب تم سب جگہ حاضر و ناظر ہونے کی شکتی کو بھی فضول خیال کرو۔ موکش یا کیولیہ کی کبھی ضایع نہ ہونے والی دولت کے سامنے یہ ہیچ ہیں۔

اگر تمہارا یوگ کی انتہائی بلندی تک پہنچنے اور رُوحانی زندگی کا مقصد حاصل کرنے کا مصمم ارادہ ہے تو تم عارضی طور پر گر کر بھی بار بار اُٹھو گے اور آگے بڑھو گے۔ اپنے اندر ایشور کو محسوس کرو۔ اپنے اوپر ایشور کا اثر انوبھو کرو۔ ہر قدم پر بھگوان کی کرپا میں پُورا وشواس رکھو۔ اپنے سب کاموں میں ایشور کی رہنمائی محسوس کرو۔ بڑے جوش سے سنیہ کے نمو اہنشٹ ہو۔ دُنیاوی خواہشات ترک کرو۔ اگر یہ سب ٹھیک طور پر ہوگا تو ضرور ایشوری نُور تم پر نازل ہوگا۔ اور تمہیں یوگ میں جلد ترقی حاصل ہوگی۔ اپنے مَن میں سب شکلوں میں، سب چیزوں میں، وچاروں میں ایشور کی موجودگی محسوس کرو۔ ہر جگہ چاروں طرف ایشور کو ہی دیکھو۔ اگر ایشور کی کرپا نازل ہونے میں کچھ دیر ہوتی ہو تو گھبراؤ مت۔ تمہیں کامیابی یقینی ہے۔

● ہندوستانی عوام کو ایسی تمام خرابیوں کے خلاف جنگ کرنی چاہیئے جو مُلک کے قومی کیریکٹر کی کمزوری کا باعث بنتی ہیں۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ایک زبردست قومی کیریکٹر پیدا کیا جائے۔ یہ ایک ایسی ضرورت ہے، جسے باقی تمام باتوں پر فوقیت دی جانی چاہیئے۔

پردھان منتری شریمتی اِندرا گاندھی

جوگ ساگر

(مسلسل)

مصنفہ : حضرت غلام جیلانی صاحب

الف

انت سمے ادہو گل سمجھے جیہڑے وِچ ہے عُمر گُذار لئی
تیری واشنا کدے نہ مُکدی اے اِک ہوئی پُوری دُوجی دھار لئی
تیرا چِت ہے وِشیاں نے قید کیتا ہردیوں ہری دی پریت وسار لئی
چِنن باغ نوں اگ لا بیٹھ سکییں، مت مُورکھا وِشیاں نے مار لئی
دھن دھرم والے چل پاس اُگے چِت چاہے جے موج بہار لئی
ہور سب پریتیاں تیاگ منوں آتم جان پرماتما پیار لئی

کتھا:۔ میرے پریمی سجنو! پرماتما کے یاد کے سِوا اِنسان کا وجُود ایسا نکما ہے، جیسا دیپک بغیر تیل کے۔ اور ترکش بغیر تیر کے۔ بیل بُوٹے بغیر پھُول کے۔ رات بغیر چاند کے۔ گانا بغیر تال کے۔ ندی بغیر نیر کے اور ساون بغیر بادلوں اور برسات کے نِکمے ہیں۔ ایسا ہی بغیر گیان کے اِنسان کا حال ہے۔ اے اِنسان۔ نشے میں مست اِنسان! خوابِ مدہوشی سے جاگ! تیرا دُنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ دِل پر قابُو کر کے حواس کی غلامی سے آزاد ہو کر پرماتما کی بھجن بندگی کر۔ ورنہ یہ انمول جسم بیکار ہو جائے گا۔ پرمارتھی کے لئے زیادہ لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ تیرے کام کی وہ چیز ہے جس کو تیرا سوبھاؤ کہتے ہیں۔ مگر وہ بھی اِس وقت کام کی چیز ہے جبکہ وہ پرماتما کی یاد میں اور مہاپُرشوں کی سنگت سے درست ہو چکا ہو۔

اگر کوئی شخص پڑھا لکھا نہیں ہے۔ مگر اُس کی رگ رگ سے ہر وقت اپنے مالک کے نام کی یاد ہو رہی ہے تو یہ شخص ہزار ہا لکھے پڑھے لوگوں سے افضل ہے۔ اِنسان کی ظاہری حالت اور علمیت دیگر بیرونی اوصاف اِس خاکی جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتے ہیں۔ مگر اُس کے رُوحانی سنسکاروں اور فطرتی جذبات کا اِنسان پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اِنھیں خیالات کے مُطابق اُن کی عاقبت کا فیصلہ ہو گا اور بوقتِ موت اُسے سِوائے اپنے پریتم کے کِسی کی یاد نہیں آنی چاہیئے۔ انت سمے میں اِنسان کو اُس کی یاد آتی ہے جس کے ساتھ زندگی بھر اُس کا سب سے گہرا تعلق رہا ہو۔ چنانچہ مثل مشہُور ہے "انت متا سو گتا"۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ساری عُمر تو اِنسان زر، زن، اور زمین کی پُوجا کرتا رہے اور آخری وقت اُس کو مالک یاد آجائے۔ مالک کی

پُوری پُوری یاد آخری وقت اُس کو آئیگی جس کی زندگی کا اکثر حصّہ اُس کی یاد میں گذرا ہو۔ ہمیں چاہیئے کہ مالک کی محبّت کے برکش کو پریم کا جل دے دے کر اُس کو مضبوط کرلیں۔ تاکہ ہمارے مرنے کے وقت ہمارے مَن اور واسناؤں کے جھونکے اُس کو ہرگز ہلا یا گرا نہ سکیں۔ جیسی کسی شخص کی واسنائیں یا اِچھائیں ہوتی ہیں، ویسی ہی گتی اُس کی ہوتی ہے۔

میرے پریمی سجنو! جوگ واشسٹ میں لکھا ہے کہ جب انسان پُرانی دیہہ چھوڑتا ہے تب کچھ مدت تک شُشپتی (گاڑھی نیند) کے مانند بے ہوش پڑا رہتا ہے۔ اُس کے بعد اُسے ہوش آنا شروع ہوتا ہے اور جو بھاونا مرتے وقت اُس کے من میں تھی اُس کے مطابق اُسے شریر دکھائی دیتا ہے تو جیو اُس میں پرویش (سکونت) اختیار کر لیتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ میرا شریر ہے اور میں پھر نئے سرے سے پیدا ہونے والا ہوں۔ اور شریر کی پرورش میں مشغول ہو جاتا ہے اور شریر بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ سنسار میں پیدا ہو جاتا اور بچہّ سے جوان اور جوان سے بُوڑھا بن جاتا ہے۔ اور بعض پُرش ایسے ہوتے ہیں کہ بہت مدت تک (مرنے) مرتیو ہونے کے بعد بے ہوش رہتے ہیں۔ پھر اُن کو ہوش آنا شروع ہوتا ہے اور جو کچھ اُنھوں نے پاپ پُنیہ کیئے ہوتے ہیں، اُن کی مُورتی پھر اُن کے سامنے آکھڑی ہوتی ہے جو اُن کو نظر آتی ہے۔ بس جو پُرش دھرمی دانی ہوتا ہے وہ اُس مُورتی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ پھر اُس کو اُس کے اعمال کی مورتی سورگ میں لے جاکر اُس کے دان پُنیہ تیرتھ یاترا کے انوسار سورگ کے بھوگ بھوگا کر رُخصت کر دیتی ہے۔ چنانچہ سورگ سے نکال کر اُسے پھر کسی جُونی میں ڈالا جاتا ہے ؎

تو دواری نگر دیا نمبردارا نیتر بیٹ تاں معاملہ منگ دے لے
سارا کھٹیا وٹیا روہڑ بیٹھا تیرے سوانس گئے بھاڑے بھنگ دے نے
کھان پین تے نیند وِچ وقت گذرے، نت بھوگ بھوگے رنگا رنگ دے نے
غلام جیلانی شاہ رہ گیا پچھتاوا نہ کوئی، کم کیتنے کسے ڈھنگ دے نے

میرے پریمی سجنو! اِس بات کو یاد رکھو کہ جپ تپ تیرتھ دان وغیرہ شبھ کرموں سے انسان کی مکتی نہیں ہوتی۔ مکتی پدارتھ اُسی کو پراپت ہوتا ہے جو برہم وِدیا سیکھ کر اپنے سروپ کو جانے اور سب واسنا تیاگ دے اور پرماتما کی جوت میں لین ہو کر مگن ہو جائے۔ اور جو پُرش پاپی ہوتے ہیں اُن کو نرک میں ڈالا جاتا ہے اور وہ نرک میں اپنے اعمال کے مطابق کشٹ بھوگتا ہے اور انیک پرکار کے دُکھ پاتا ہے۔ اور پھر دوبارہ جنم لینے کو کسی ماتا کے گربھ میں جاتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ جب میں جنم لے کر سنسار میں جاؤں گا تو پھر کبھی کھوٹا کرم نہ کروں گا۔ اے پرماتما! مجھے گربھ کی قید سے رہائی دے۔ میں نِربل ہین اور ادھین ہوں۔ تو دین دیال ہے۔ تیرے آسرے کے سوا میرا یہاں کوئی نہیں ہے۔ پھر پرماتما کی دیا سے گربھ سے باہر آتا ہے تو جانتا ہے کہ میں نے پھر جنم لیا ہے اور یہ میرے ماتا اور پتا ہیں۔

میرے پریمی سجنو! اِس بات کو یاد رکھو کہ پاپ کرنے سے مہا کھوٹی جُونی پراپت ہوتی ہے۔ اِس لئے کھوٹے کرموں سے بچنا چاہیئے۔ کھوٹے کرموں سے ہِردے کٹھور ہو جاتا ہے۔ اور کٹھور ہِردے میں نِت ہی کھوٹی بھاونا اُدے ہوتی رہتی ہے۔ اور بھاونا کے انوسار جنم لینا پڑتا ہے۔ جو مرتے وقت مرنے والے کے ہِردے میں بھاونا ہوگی، وہی بھاونا کرم رُوپ بن جائے گی اور اُس کے انوسار جنم ہوگا۔ جو کچھ ہوتا ہے اور مِلتا ہے وہ بھاونا سے ہی مِلتا ہے۔ اِس لئے اِنسان کو چاہیئے کہ مرتیو کے سمے بھاونا ایشور پرماتما کی رکھّے۔ اور اُسی سے ہِت پیار ہو۔ نہ کسی اور وستو سے۔ گیتا میں لکھا ہے کہ جو پُرش انت سمے جِس چیز کو یاد کرتا ہُوا شریر تیاگتا ہے اُسی چیز کا مرنے کے بعد رُوپ دھارن کر لیتا ہے اور رُوپ دھار کر پھر سنسار میں آتا ہے۔ اور جو پُرش سچدانند پُورن برہم کو یاد کرتا ہُوا شریر تیاگتا ہے، وہ پرماتما کی جوت میں سما جاتا ہے اور اُسے دوبارہ سنسار میں آنے کی تکلیف نہیں اُٹھانی پڑتی۔

بولو ست نام۔ ہری اوم۔ ہری اوم۔ ہری اوم

فسانۂ دُنیا

از قلم حکیم گنگا رام جی گاندھی دہلی

یہ گرمیٔ زمانہ یہ شوخیٔ جانانہ
مجھ کو تو اِس سے بڑھ کر کوئی نہیں فسانہ

مستی میں کوئی اپنی بدمست جا رہا ہے
خلوت میں کوئی عاشق آنسو بہا رہا ہے

لب پر فغاں کسی کے گاتا کوئی ترانہ
مجھ کو تو اِس سے بڑھ کر کوئی نہیں فسانہ

مسند پہ کوئی بیٹھا "سکہ" چلا رہا ہے
کوئی گدا ہے ٹھوکر در در کی کھا رہا ہے

کوئی بنا ہے راجہ کوئی بنا ہے رانا
مجھ کو تو اِس سے بڑھ کر کوئی نہیں فسانہ

نازاں ہے کوئی عالم رُوکھے سے فلسفہ پر
اِترا رہا ہے زاہد وحدت کے مسئلہ پر

دونوں غرض کے بندے بالنظر منصفانہ
مجھ کو تو اِس سے بڑھ کر کوئی نہیں فسانہ

یا چشمِ حقیقت بیں نے نظر جو ڈالی
ہر بات میں نمایاں تھی مرضیٔ الٰہی

قُدرت تھی اُس کی عامل بندہ تھا اِک بہانہ
مجھ کو تو اِس سے بڑھ کر کوئی نہیں فسانہ

سوامی دیانند سرسوتی

سوامی دیانند جی کا جنم گجرات کاٹھیاواڑ کی ایک چھوٹی سی ریاست موروی میں ۱۸۲۴ء میں ہوا اُن کے پتا کا نام پنڈت امبا شنکر تھا اور اُن کا نام رکھا گیا تھا مول شنکر۔ جیسا کہ براہمن گھرانوں میں اُس وقت رواج تھا، مول شنکر کی ابتدائی تعلیم پانچ چھ برس تک گھر پر ہی جاری رہی۔ آٹھ برس کی عمر میں اُن کا یگیوپویت سنسکار ہوا۔ اور اُنھیں سندھیا گایتری سکھلائی گئی۔ اُن کے پتا پنڈت امبا شنکر جو ایک ممتاز سرکاری آسامی پر فائز تھے، خیالات سے شیومت کے پیروکار تھے۔ اُن کا گذارہ لوگوں کے دان پر نہ تھا تاہم اُن کی بڑی خواہش تھی کہ اُن کے لڑکے کے خیالات کی تربیت پراچین گہوارہ تہذیب میں ہی ہو اور وہ شیومت کا اچھا پیروکار ثابت ہو۔ چنانچہ پنڈت امبا شنکر اُنھیں شیو پوجا، استتی اور ارچنا کی گاہے بگاہے تعلیم دیتے رہتے تھے۔

پانچ چھ سال اسی طرح گذر گئے۔ نہ تو پنڈت امبا شنکر کو اور نہ ہی اُن کے دوست و اقربا میں سے ہی کسی کو محسوس ہوا کہ لڑکے مول شنکر کے اندر ایک خاص روح کام کر رہی ہے۔ یا اُن کے شریر میں کسی مہان آتما کا وکاس ہو رہا ہے۔ جب مول شنکر چودہ برس کا ہوا تو اُسے یجروید مول ازبر ہو گیا اور ویاکرن کی چند کتابوں پر بھی خوب عبور حاصل کر لیا۔ اسی سال جب شیوراتری کا پوتر تہوار آیا تو باپ نے اُسے برت رکھنے اور رات بھر شو مندر میں بیٹھکر پوجا کرنے کی ہدایت کی۔

رات کا وقت تھا۔ مول شنکر شیو مورتی کے سامنے بڑی شردھا کے ساتھ بیٹھے ہوئے برت کا پالن کر رہے تھے۔ اُن کا دل و دماغ اور خیالات جو اوائل عمر میں غیر معمولی عروج ترقی کی منازل طے کر چکے تھے، معاً مورتی مان شیو بھگوان سے اُٹھ کر نراکار جگت نینتا شیو کی اُپاسنا، قرب و وصال حاصل کرنے کے لئے بلند پروازیاں کرنے لگے۔ اس شیوراتری کو اُنھوں نے خیالات کی دُنیا میں ایک عظیم انقلاب کی بُنیاد رکھی۔ اُنھیں اس رات بھر کے جاگنے وہ ور، وہ طاقت، وہ عزم اور استقلال نصیب ہوا جس کے لئے مہارشی ترستے ہیں۔ منش سماج کی گری ہوئی حالت کو سنبھالنے اور بہتر بنانے، چھپی ہوئی حقیقت کو دُنیا کے سامنے لانے، مُردہ ہڈیوں میں جان ڈالنے بے کسوں کی رکھشا، یتیموں کی امداد اور ست گیان پرکاش کرنے کے کام کی نشکام کرم بھاونا کا ولولہ۔ اسی رات مول شنکر کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ اسی لمحہ سے مول شنکر کے دل میں گھریلو زندگی کے تنگ دائرہ سے نکل کر جیتا کُل بھگوان شیو کی وشو ویاپی جھلک کا نظارہ کرنے کا گیان پیدا ہوا اور تلاشِ حق میں اُنھوں نے اپنی تمام عمر صرف

کردی۔ دو سال تک یہ خیال اُن کے دل میں پختگی اور گونا گوں تقویت حاصل کرتا رہا۔ جب اُن کی ایک چھوٹی بہن جسے وہ بہت پیار کرتے تھے، اس جہان فانی سے رحلت فرما گئیں تو اُن کو بہت صدمہ پہنچا۔ مگر دیگر رشتہ داروں کی مانند رونے دھونے کی بجائے اُنھوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ موت کیا ہے؟ اور اس سے کیونکر نجات حاصل کی جا سکتی ہے؟ شو کا سچا سروپ کیا ہے؟ اس کے گیان کی پراپتی کیسے ہو؟ وغیرہ یہ تمام سوالات اُن کی زندگی کا اہم جزو بن گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مول شنکر کا دل دُنیا کے محدود اور تنگ دھندوں سے اُچاٹ ہو گیا۔ ماں نے یہ حال دیکھا تو انہیں بیاہ کی بیڑیوں میں جکڑنا چاہا۔ سوچا کہ اس طرح لڑکے کی حالت خود ہی سُدھر جائے گی۔ مگر نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔ شادی کا دن سر پر آیا۔ مگر مول جی کا کہیں پتہ ہی نہ تھا۔ اس وقت اُن کی عمر اکیس ۲۱ سال کی تھی۔ وہ بیاہ کے ڈر سے گھر سے بھاگے اور چھپتے چھپاتے سدھ پور کے میلے میں جا پہنچے۔ اس وقت مول شنکر باقاعدہ برہمچاری بن گئے۔ برہمچاریوں کا لباس زیب تن کر لیا۔ اور ڈنڈا کمنڈل ہاتھ میں لے لئے۔ اُن کے رشتہ دار کرشن جی کو بھی کسی طرح پتہ لگ گیا اور وہ چند سپاہیوں کی جمعیت لے کر سدھ پور جا پہنچے۔ مول شنکر کا کمنڈل توڑ ڈالا۔ کپڑے دھجی دھجی کر ڈالے اور کڑا پہرا لگا دیا۔ مگر جونہی ذرا آنکھ بچی، وہ پھر بھاگ نکلے۔ کہاں ــــ؟ وسیع کرم کشیتر میں، اپنے پرشارتھ کی جولانیاں دکھلانے کے لئے۔ مول جی آج ماں باپ اور بھائی بندوں کے پیار و محبت کی زنجیر توڑ کر، موروثی زمین و جائیداد اور باپ کے مال و متاع کو ٹھکرا کر، ذاتی آرام و عیش کی زندگی کو بالائے طاق رکھ کر سچے شو کو پانے اور موت سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے بسیط میدان عمل میں کود پڑے۔

گیان کی راہ تلوار کی تیز دھار ہے۔ اس پر چلنا کھیل تماشہ نہیں۔ تلاشِ حق جانبازی کا کام ہے۔ بازیچہ اطفال نہیں۔ پرمارتھ کا سودا سرفروشی کا دوسرا نام ہے۔ کہیں سادھوؤں نے ٹھگا۔ کہیں چوروں نے لوٹا۔ کہیں دن، کہیں رات۔ یہ بھی اندیشہ تھا کہ پھر دُنیا کی محدود دھندوں میں مقید ہونے کے لئے پکڑا نہ جاؤں۔ انھیں جوالا نند پوری اور شوا نند گری دو سادھو ملے۔ انھوں نے انھیں یوگ کے سارے عمل سکھلائے۔ انھوں نے سنیاس دھارن کر لیا اور انھیں سوامی دیانند سرسوتی کا نام دیا گیا۔

سنیاس لے کر سوامی جی آبو۔ اروئی۔ گڑھوال وغیرہ کے دشوار گذار پہاڑوں میں کسی مرشد کامل کی تلاش میں گھومنے لگے۔ اس دوران میں انہیں بیشمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ہزارہا میل پا پیادہ سفر کی صعوبتیں اٹھائیں۔ پاؤں چھالوں سے چھلنی ہوگئے۔ ننگا جسم کانٹوں سے لہو لہان ہو گیا۔ گڑھوال کی الکھ نندا ندی میں ایک بار وہ برف اور سردی کی شدت سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پہاڑی لوگوں نے ان کی جان بچائی۔ جنگلی سنسانوں میں سوئے۔ ہیبتناک جنگلوں میں درختوں کی شاخوں پر راتیں گذاریں۔ جنگلی پھل اور جڑیں کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔ مگر اس قسم کی ہزارہا مصائب برداشت کرنے کے باوجود بھی انھیں مرشد کامل نہ ملا۔

مرشدِ کامل کا ملنا اور گورو بھگتی کی دو مثالیں

سوامی دیانند نے اپنی زندگی کی چھتیسویں منزل میں قدم رکھا تھا جب انہیں یہ پتہ چلا کہ متھرا میں سوامی ورجانند نامی ایک نابینا مہاتما رہتے ہیں جو سنسکرت ویاکرن کے بے بدل پنڈت اور وید کے فاضل اجل ہیں۔ وہ سوامی ورجانند کے چرنوں میں آ گئے اور اپنی تشنگیٔ علم کا اظہار کیا۔ گورو نے اپنی عنایت کی اور انہیں فیض علم سے مستفید ہونے کا پورا موقعہ دیا۔

گرمی ہو یا جاڑا ہو یا برسات، سوامی ورجانند کے سنان کے لیئے وہ بلا ناغہ جمنا سے پانی لایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں سوامی دیانند کو ہر روز علی الصبح دس بارہ گھڑے پانی کے مہیا کرنے پڑتے تھے۔ اس کے بعد وہ کٹیا میں جھاڑو دیتے اور گورو جی کی خوب سیوا کرتے تھے۔

تقریباً اڑھائی برس تک سوامی دیانند گورو ورجانند کی خدمت میں رہے۔ آپ رخصت کے وقت حسب دستور گورو دکھشنا ادا کرنا بھی لازمی تھا۔ مگر سوامی دیانند کے پاس رکھا ہی کیا تھا۔ لہٰذا گورو جی سے کہنے لگے "مہاراج! میرے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں جو آپ کی سیوا کر سکوں۔" سوامی ورجانند نے کہا "بیٹا! میں تم سے وہی کچھ مانگتا ہوں جو تمہارے پاس ہے۔ جاؤ! اپنا لکھا پڑھا سپھل کرو۔ ویدوں کی تعلیم ملک میں پھیلاؤ۔ ست شاستروں کا پرچار کرو۔ اگیان کو دور کرو۔ غریبوں کی سیوا بھولوں کی رہنمائی کرو۔ اور بس! اندھا ورجانند اور کچھ نہیں چاہتا۔ یہی تمہاری بھینٹ اور تمہاری گورو دکھشنا ہے۔"

سوامی دیانند کی خوش قسمتی تھی کہ جو کام پر اتمانے انہیں جو ۱۴ برس کی عمر میں شیوراتری کی مبارک رات کو سونپا تھا اور جس کے قابل ہونے کے لیئے کوشاں رہے تھے، وہی کام اب ۳۹ برس کی عمر میں گورو ورجانند کی طرف سے انہیں سونپا گیا۔

سوامی جی کا کیریکٹر

سوامی دیانند کا اخلاق بہت بلند تھا۔ آپ بڑے راستگو اور حق پرست تھے۔ دشمنوں پر رحم کرنا آپ کا مرغوب ترین شیوہ تھا۔ وہ اپنی دھن کے پکے تھے۔ سوامی دیانند ہمیشہ نڈر رہے اور کبھی بیرونی دباؤ سے انہوں نے اپنے خیالات کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ جب وہ ریاست جودھپور میں تھے تو وہاں آپ نے دیکھا کہ مہاراجہ صاحب ریاست کے کام کی طرف توجہ کرنے کی بجائے اپنا وقت بازاری عورت ننھی کی ناز برداری میں گذارتے ہیں۔ ایک دن سوامی جی مہاراجہ صاحب سے ملنے گئے اس وقت ننھی وہاں تھی۔ سوامی جی نے یہ دیکھ کر مہاراجہ صاحب کو خوب ڈانٹا اور کہا "اگر شیروں کی گود میں کتیا بیٹھے تو ایسے سمागم سے کیا اولاد ہوگی؟" لوگ اس بے باکانہ تقریر سے گھبرا گئے۔ مہاراجہ صاحب پر جو اثر ہوا سو ہوا۔ لیکن ننھی سوامی جی کی دشمن جان بن گئی۔ آخر اس کی سازش سے انہیں مہلک

زہر دی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو وہ اس اسار سنسار سے رخصت ہو گئے۔

سوامی جی گورو ڈم کے بھی سخت خلاف تھے۔ آپ شہرت اور عزت سے بے نیاز رہ کر ریفارم کرتے رہے۔ یہی سچی کرم یوگتا ہے۔ جو آپ نے سوشل اصلاح کی اس کا ثبوت آج دنیا کے سامنے ہے۔ زیادہ تفصیل بیان کرنا یہاں دشوار ہے۔ یتیموں کے آشرم، آریہ سماجوں کی قایمی، چھوٹی عمر کی شادی کے خلاف جہاد، ہندوؤں کو دوسرے دھرم اختیار کرنے کا سد باب وغیرہ۔ یہ سب کچھ آپ کی نشکام کرم یوگتا کا ہی نتیجہ ہے۔

بیاباں اشک باری سے بہاراں کر دیئے میں نے

از قلم: شری ہر پرشاد شوہرے ہری

لہو دے دے کے صحرا تک گلستاں کر دیئے میں نے
بیاباں اشک باری سے بہاراں کر دیئے میں نے

رخ انوار کے پرتو سے روشن دل ہوا میرا
کئی دل نور سے جس کے درخشاں کر دیئے میں نے

ذہن میں نقش پا موجود ہے جو اس کی برکت سے
کئی بدبخت دل بیدار و خنداں کر دیئے میں نے

روانی ہے زبان ہر قلم میں اس کی حرکت سے
یہاں اسرار جس کے صد فیض عریاں کر دیئے میں نے

کیا جلوہ عیاں دل میں سمایا ہے جو آنکھوں میں
نگاہ سے راستے منزل کے آساں کر دیئے میں نے

اجالوں کا ہے سرچشمہ نمایاں شیشۂ دل میں
دو عالم نور سے بھرپور تاباں کر دیئے میں نے

بسا کر اپنا لافانی صنم اپنے تنفس میں
تھے میرے سانس فانی۔ لافنا جاں کر دیئے میں نے

تحفظ میں جو میں نے جان دی اس حافظ کل کے
فرشتے موت کے آئے پریشاں کر دیئے میں نے

نہاں تھے راز مرشد کے ہری آئینۂ دل میں
جو پا کر ان کی شفقت سے نمایاں کر دیئے میں نے

دھرم اور مذہب

شری ٹیک سنگھ بانسل ایم، اے

اگر بنی نوع انسان یعنی دُنیا کے افراد یہ سمجھ لیتے کہ حقیقت میں دھرم کیا ہے تو اس سنسار میں تعصب، فرقہ پرستی، مذہبی جنون، نسلی امتیاز، فرقہ وارانہ فسادات جیسی بدعتیں کبھی نہ پنپتیں، جن کا شکار کسی نہ کسی وقت اُن قوموں کو بھی ہونا پڑا جو آپ اپنے آپ کو نہایت مہذب اور سُلجھی ہوئی ہونے کا دم بھرتی ہیں۔

دُنیا کا ہر فرد بشر اپنے آپ کو کسی نہ کسی دھرم کا پیرو کار مانتا ہے۔ عوام کس کس دھرم سے اپنا سمبندھ مانتے ہیں، اُن میں سے چند یہ ہیں:— ہندو دھرم، جین دھرم، بُدھ دھرم، اسلام دھرم، عیسائی دھرم، سکھ دھرم

اصل بات یہ ہے کہ یہ سب مذاہب ہیں۔ دھرم کوئی الگ چیز نہیں۔ دھرم تو سب کا ایک ہی ہے۔ کیونکہ دھرم کا ارتھ ہے: خدمتِ خلق، اہنسا (کسی کو دُکھ نہ دینا) سچ بولنا، کسی کا حق نہ دبانا، قول اور فعل میں نیکی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔

چونکہ جُملہ مذاہب کا دھرم (بُنیادی اصُول) ایک ہی ہے اس لیئے ہر مذہب کے بانی کی تعلیم یا اُس کے گرنتھوں میں انسان کو جو تلقین کی گئی ہے اُن سب کا منتہائے مقصد منش کو اُنہیں اصُولوں کی طرف راغب کرنا رہا ہے جو اُوپر بیان کیئے گئے ہیں۔ کسی مذہب کی بھی ایسی شکھشا نہیں ہوگی جو مندرجہ بالا اصُولوں کے منافی ہو۔ ہاں بتانے یا کہنے کے ڈھنگ میں فرق ہو سکتا ہے۔ ورنہ مطلب ایک ہی ہے جیسا سنسکرت کے اس واک سے سپشٹ ہے — 'एकम् सत् विप्राः वहुदा वदन्ति'

جس طرح ایک ہی کنوئیں کا پانی الگ الگ برتنوں میں ڈال لینے سے اُسے گھڑے کا پانی، ڈول کا پانی، بالٹی کا پانی یا ٹینکی کا پانی کہہ دیتے ہیں۔ جبکہ حقیقت میں پانی ایک ہی ہوتا ہے، اسی طرح دھرم سب کا ایک ہی ہے۔ مذہب بیشک الگ الگ ہیں۔ چند گایوں کے رنگ الگ الگ ہو سکتے ہیں لیکن رنگ اور تاثیر میں دُودھ سب کا یکساں ہی ہوگا۔

خود غرض اور جنُونی لوگ وقتاً فوقتاً بھولے بھالے عوام کو بھڑکا کر اور مذہب کا واسطہ دے کر بلکہ یہ کہہ کر کہ اُن کا مذہب خطرے میں ہے، مذہبی فسادات اور قتل و غارت کرواتے رہے ہیں۔ حالانکہ ہر فرقہ میں یہ سمجھنے والے دانشور موجود ہوتے ہیں کہ — ایک پتا ایکس کے ہم بارک، یا نہ کو بیری نا نہہ بیگانہ سکل سنگ ہم کو بن آئی، یا مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا'

شکر کا مقام ہے کہ اب تقریباً ہر ملک اور ہر قوم میں روز افزوں یہ بیداری بڑی سرعت کے ساتھ آرہی ہے کہ ایسے جنونی اور نام نہاد رہبرانِ ملک و ملت کی بات عوام میں بہرے کانوں سنی جاتی ہے۔ نہ ہی ایسی پالیسی اپنانے والے اخبارات کی اب کوئی سرپرستی کرتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ ایسے لوگوں کی بدولت ہی بیشتر ملکوں میں زمانہ قدیم سے بے گناہوں کے خون کی ہولی کھیلی گئی۔ جس نے اپنے مخلصانہ مذہب کو ماننے والے جابر کے مذہب کو نہ اپنایا اُسے دار و رسن کے سامنے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن اب عوام میں جذباتی رو میں بہنے کی بجائے حقیقت تک پہنچنے کا جذبہ اُبھر رہا ہے اور بھارت کو اس سلسلہ میں خاص فخر حاصل ہے کہ اس دیش نے دھرم کے اصلی معنی کو زیادہ بہتر طریقہ سے اپنایا ہے۔ بالفاظ دیگر ہم نے اپنا مذہب انسانیت سمجھا ہے۔ کیونکہ ہر انسان کو انسان سمجھکر اس سے برتاؤ کرنا یہی دھرم یا دھرم کی شکشا ہے۔

خُدا میں اعتقاد رکھنے کی سات وجوہات

نیویارک اکیڈمی آف سائینس کے سابق صدر کی قلم سے

ہم اس وقت بھی سائنٹیفک زمانے کے آغاز میں ہی ہیں۔ ڈارون کے بعد آج تک سائنس نے زبردست تحقیقات کی ہے اور اس تمام تحقیقات سے ہم ایک خاص علم کے قریب سے قریب تر ہوگئے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمیں خدا پر زیادہ سے زیادہ یقین ہوتا جارہا ہے۔ جہاں تک میرا ذاتی سوال ہے، خدا پر یقین رکھنے کے لئے میرے پاس سات وجوہات ہیں :-

(۱) زبردست علم ریاضی کے ذریعہ ہم ثابت کرسکتے ہیں کہ اس کائنات کی تخلیق کسی بہت عظیم ہستی نے کی ہے۔ مثال کے طور پر آپ اپنی جیب میں دس سکے رکھ لیجئے۔ ان سب پر نمبر ڈال دیجئے۔ پھر انھیں جیب میں ڈال کر اچھی طرح آپس میں ملا دیجئے۔ اب کوشش کیجئے کہ جیب میں ہاتھ ڈالکر جو پہلا سکہ نکالیں وہ نمبر کے ہی حساب سے ہو۔ یعنی سب سے پہلے نمبر ایک آپ کے ہاتھ میں آئے۔ آپ سمجھ گئے یہ کتنا مشکل کام ہے۔ لہذا جس ہستی نے اس وسیع اور عظیم کائنات کے کروڑوں ٹکڑوں کو ترتیب دی ہے، اس کے وجود سے انکار کرنا کسی خالی دماغ شخص کا ہی کام ہے۔

(۲) اپنی تمام تر دماغی صلاحیتوں کے زور سے زندگی کے مقاصد کی تکمیل سے انسان سے آج تک واقف نہیں ہو سکا کہ زندگی آخر کیا ہے؟ زندگی کو نہ تو تولا جا سکتا ہے اور نہ ناپا جاسکتا

تمام زندگی ایک زبردست قوت ہے۔ انسان نے اسی کے طفیل سے دریاؤں، سمندروں، پہاڑوں، خشکی، جنگلات، حتیٰ کہ اب خلاؤں اور فضاؤں پر فتح حاصل کی ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم میں زندگی کی اتنی طاقت ور اور زبردست روح کس نے پھونکی ہے؟ ظاہر ہے، خدا نے۔

(۳) علم الحیوانات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے خالق کے زندہ ثبوت ہیں۔ کیونکہ انسانی عقل و دانش اور ہاتھ پاؤں سے محروم ہونے کے باوجود حیوان کس طرح زندہ رہتے ہیں اور اپنے تحفظ کی ترکیبیں سوچتے ہیں۔ مثلاً مچھلیاں اور دیگر پانی کے جانور ساری عمر پانی میں رہتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ اگر وہ خشکی پر آجائیں تو اُن کی زندگی کی شمع بجھ کر رہ جائیگی۔ اس کے برعکس انسان بغیر کسی آلات یا تکنیک کے اس طرح پانی میں نہیں رہ سکتا۔ قدرت کے یہ عجوبے انسانی عقل کو دنگ کر دیتے ہیں۔ تاہم بعض ناستک بڑے فخر سے اس خالق کے وجود سے انکار کر دیتے ہیں۔ جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے۔

(۴) انسان جانوروں کی نسبت زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ اس کے پاس قوتِ منطق ہے۔ اور سوچنے سمجھنے کی اہلیت ہے۔

(۵) آج ہم زندگی کے جن عناصر سے آشنا ہو چکے ہیں، ڈارون اُن سے بے خبر تھا۔ مثال کے طور پر ایک ذرہ (ایٹم) کس قدر تاثرات قبول کرتا ہے اور گرمی یا سردی میں کتنا شدید ردّعمل رکھتا ہے، اس کی تخلیق تو انسان نے کی۔ لیکن اس ذرہ میں طاقت پھونکنے والی ہستی کون تھی؟

(۶) قدرت کے اصولوں کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہم سے زیادہ عقل و دانش اور تکنیک کا مالک ہی افزائش نسل کے علم کو انسانوں اور حیوانوں میں الگ الگ بانٹ سکتا ہے۔ ہر قسم کی نسل چاہے وہ چیونٹی ہے یا شیر، انسان ہے یا مچھلی، اپنی افزائش کے مرتب اصول رکھتی ہے۔ یہ اصول کس نے ترتیب دیئے؟ کم از کم انسان نے اُن کی تشکیل نہیں کی۔

(۷) یہی حقیقت ہے کہ ہم دماغوں میں خدا کا تصور پیدا کر سکتے ہیں، ایک زندہ ثبوت ہے کہ خدا کی حقیقت ہم سے بالا اور افضل ہے۔

بالمیکی رامائن

جو اصحاب بالمیکی رامائن حصہ اوّل حاصل کر چکے ہیں، اُنہیں چاہیئے کہ وہ حصہ دوئم و حصہ سوئم جلدی منگوالیں تاکہ بعد میں مایوس نہ ہونا پڑے کیونکہ سٹاک میں تھوڑی سی کاپیاں باقی رہ گئی ہیں۔ نیا ایڈیشن جلدی چھپنے کی کوئی اُمید نہیں ہے۔

"مینیجر"

پریم سے شام و سحر سمرن کیا کر "اوم" کا

ہو گیا جب سے بلند سُندر یہ جھنڈا "اوم" کا
چار سُو ہونے لگا اب پھر سے چرچا "اوم" کا
"اوم" کہتے ہیں ہے ہوتا کس قدر دل کو سُرور
"اوم" کہنے سے ہے آتا کس قدر آنکھوں میں نُور
"اوم" سے بجھتی ہے رُوحانی پیاس انسان کی
"اوم" دیتا ہے پلٹ یہ زندگی انسان کی
معجزہ ہے "اوم" ہر فرد و بشر کے واسطے
پرمانند کا سُکھ ہے اس میں بے خطر آزمائیے
"اوم" کے اندر بھری اک سحر کی تاثیر ہے
ایشور کو ملنے کی یہ راہ سیدھی تیر ہے
آ کہ اے انسان اور اس "اوم" کو اپنائے تُو
آ کہ فیضِ "اوم" سے وہ سچدانند پائے تُو
آ کہ طالب کیوں تلاشِ حق میں ہے تُو بھٹکتا
پریم سے شام و سحر سمرن کیا کر "اوم" کا

(طالب)

"اوم" کا جاپ

از کوی کرشن چندر روی

رنج و غم سارے مٹیں گے اوم کے اک جاپ سے
وقتِ آخر کچھ نہ ہوگا من کے پشچاتاپ سے
وید مارگ پر چلو بھگوان کا آدیش ہے
چھوٹ جاؤ گے ہمیشہ جنم کے دُکھ تاپ سے
سب سُکھوں کو بھوگ کر بھی آدمی نہ خوش رہے
ڈھونڈ لیں سنتوش دھن جو چھوٹتے سنتاپ سے
پاپ سے اور جھوٹ سے دھن سے خزانے بھر لیے
پھوٹ جائے گا گھڑا یہ جب بھرے گا پاپ سے
مت کسی کا دل دُکھے بھگوان کا کر لو بھجن
ہاتھ دونوں جوڑ کر ونتی روی کی آپ سے

DECEMBER : 1976
Vol. 44
Regd. No. of the
Monthly 'OM' Delhi

ک موقعوں کیلئے
قیمتی جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ
ایم ڈی ایچ
سامگری
اور پوتر

ی ہٹی پرائیویٹ لمیٹڈ
دہلی-110015 فون: 585122، 567100
دہلی 6 - فون: 268704
اجملخان روڈ، نئی دہلی - 5
پرکاش۔ کھاری باؤلی - دہلی - 6

پریم سے شام و سحر

ہو گیا جب سے بلند سُندر یہ جھنڈا اوم کا
"اوم" کہتے ہیں ہے ہوتا کس قدر دل کو سُرور
"اوم" سے بجھتی ہے رُوحانی پیاس انسان کی
معجزہ ہے "اوم" ہر فرد و بشر کے واسطے
"اوم" کے اندر بھری اِک سحر کی تاثیر ہے
آ کہ اے انسان اور اِس "اوم" کو اپنا لے تُو
آ کہ طالب کیوں تلاش
پریم سے شام و سحر سم

"اوم" کا جاپ

رنج و غم سارے مٹیں گے اوم کے ا
وقتِ آخر کچھ نہ ہوگا من کے پشچاتا
وید مارگ
چھوٹ جا
سب سُکھوں کو بھوگ کر بھی آدمی نہ
ڈھونڈ لیں سنتوش دھن جو چھوٹتے سنت
پاپ سے اور
چھوٹ جائے گا گ
مت کسی کا دِل دُکھے بھگوان سا کر لو بھج
ہاتھ دونوں ج